# اخلاص اور اخوت

بدیع الزمان سعید نورسیؒ

297.
390
1273

297.08
13901 ب
127385

جملہ حقوق بحق محفوظ ہیں: ۱۲۷۳۸۵

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | اخلاص اور اخوت |
| مصنف | : | بدیع الزمان سعید نورسیؒ |
| مترجم | : | ثناء اللہ شاہد |
| طباعت | : | میثاق انٹر پرائز ز، اسلام آباد 0333-5683292 |
| طبع اوّل | : | اکتوبر ۲۰۱۱ء |

رابطہ نمبر: 0322-5520227,0300-8127507

Marfat.com

از کلّیات رسائل نور

# اِخلاص

①

Marfat.com

# بیسواں لمعہ

(اس مضمون میں خصوصی طور پر اِخلاص کی وضاحت کی گئی ہے)

یاد رہے کہ یہ بحث پہلے ''سترہویں لمعے'' کی ''سترہویں یاددہانی'' کے تحت ذکر کیے گئے ''دوسرے مسئلے'' کے پانچ نکات میں سے ''پہلا نکتہ'' تھی۔ یعنی ''سترہویں لمعے'' کے تحت ذکر کیے گئے مباحث میں سے ایک ذیلی بحث تھی، لیکن خصوصی اہمیت کی حامل ہو جانے کی وجہ سے اُسے بعد میں مستقل طور پر ''بیسویں لمعے'' کا درجہ دے دیا گیا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے: ﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ الا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ﴾ (۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "هَلَكَ النَّاسُ إِلَّا الْعَالِمُونَ، وَهَلَكَ الْعَالِمُونَ إِلَّا الْعَامِلُونَ، وَهَلَكَ الْعَامِلُونَ إِلَّا الْمُخْلِصُونَ، وَالْمُخْلِصُونَ عَلَى خَطَرٍ عَظِيمٍ".

''سب لوگ ہلاک ہو گئے سوائے اہلِ علم کے، اور سب اہلِ علم ہلاک ہو گئے سوائے ان کے جو عمل کرنے والے ہیں، اور سب عمل کرنے والے ہلاک ہو گئے سوائے ان کے جو مخلص ہیں، اور مخلص بھی شدید خطرے میں ہیں''۔

یہ آیت کریمہ اور حدیث نبوی دونوں ہمیں یہ رہنمائی دیتی ہیں کہ اسلام میں اخلاص کو کتنی اہمیت حاصل ہے، اور اس لحاظ سے اخلاص کا مرتبہ کتنا عظیم ہے کہ دین کے تمام احکام ومعاملات کی روحِ رواں اخلاص ہی ہے۔ اخلاص کا مضمون بے شمار نکتوں یعنی گہری باتوں پر مشتمل ہے، ہم اختصار کے پیش نظر ان میں سے صرف پانچ نکتے بیان کریں گے۔

---

(۱) (الزمر: ۲،۳) ''(اے نبی!) یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف برحق نازل کی ہے، لہذا تم اللہ کی بندگی کرو، دین کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے۔ خبردار، دین خالص اللہ کا حق ہے''۔

☆ تنبیہ: اس ریاست (اسپارٹا) کو اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اسے ایک بہت بڑی خوش نصیبی سے نوازا ہے، اور وہ یہ ہے کہ یہاں اہل تقویٰ، صالحین، صوفیاء کرام اور علماء کرام کے مابین ایسا کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے جس کی بنیاد حسد پر ہو، اور اگر کبھی کوئی اختلاف رونما ہوا بھی ہے تو وہ دوسرے علاقوں کی بہ نسبت انتہائی کم ہے۔ اور اس کے باوجود کہ ایسی خالص محبت اور مکمل اتفاق یہاں موجود نہیں ہے جیسا کہ ہونا چاہیے، تاہم پھر بھی دوسرے علاقوں کے مقابلے میں یہاں نقصان دہ اختلاف اور حسد وبغض نہ ہونے کے برابر ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

## پہلا نکتہ:

### ایک انتہائی اہم اور حیرت انگیز سوال:

یہ ہے کہ دنیاداروں، غفلت شعاروں، گمراہوں اور منافق قسم کے لوگوں میں تو ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور ان کے مابین عام طور پر حسد اور کشمکش جیسی چیزیں نظر نہیں آتی ہیں، لیکن مذہبی لوگ، علماء کرام، اور اربابِ تصوف - عام مشاہدے کے مطابق - برسرِ اختلاف بلکہ برسر پیکار رہتے ہیں، جبکہ یہ لوگ اہل حق ہیں۔ اور یکجہتی اور یکسانیت سے مزین لوگوں کی شان تو یہ ہے کہ وہ مل جل کر اتفاق واتحاد سے رہیں، اور اہلِ نفاق وشقاق کا باہم دست وگریبان رہنا لازمی امر ہے۔ سوال یہ ہے کہ پیمانے الٹ کیوں گئے ہیں اور ایسا کیوں ہوگیا ہے کہ حق جو اِن لوگوں کا نصیب تھا وہ اُن لوگوں کے پاس چلا گیا ہے اور باطل جو اُن لوگوں کا حصہ تھا وہ اِن لوگوں کے پاس آ گیا ہے؟

جواب: بے شک یہ ایک انتہائی دردناک صورت حال ہے جس نے سرافراز اور غیرت مآب لوگوں کو تڑپا کر رکھ دیا ہے۔ ہم اس کے بیشتر اسباب میں سے سات اسباب پر روشنی ڈالیں گے۔

## پہلا سبب:

یاد رہے کہ نہ تو اہل حق کے درمیان پیدا ہونے والا اختلاف اس وجہ سے ہے کہ وہ حقیقت سے دور ہیں، اور نہ ہی اہلِ غفلت کے درمیان نظر آنے والا اتفاق اس وجہ سے ہے کہ وہ حقیقت کے قریب تر ہیں، بلکہ اہل سیاست، اہل ثقافت اور ان جیسے دیگر تمام اہل دنیا کے معاشرتی طبقات علیحدہ علیحدہ خصوصیات کے حامل ہیں، یعنی ان میں سے ہر گروہ،

Marfat.com

جماعت اور تنظیم وغیرہ کی خصوصی ذمہ داریاں اور مصروفیات ہیں جنہیں وہ سرانجام دیتے ہیں اور اسی طرح ان کی ذمہ داریوں اور ان کی خدمات کے صلے میں حاصل ہونے والی مادی اجرت بھی مختلف اور متعین ہے، اور اسی طرح مادی اجرت کے ساتھ انہیں حاصل ہونے والی معنوی اجرت یعنی شہرت اور ناموری وغیرہ بھی مخصوص اور ایک دوسرے سے مختلف ہے۔(۱)

مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے درمیان ایسی کوئی قدرِ مشترک ہے ہی نہیں جو مقابلہ، مزاحمت، کشمکش اور حسد کو جنم دے سکے، اور نہ ہی ان کے درمیان کوئی ایسی چیز ہے جس کی بنا پر لڑائی جھگڑے یا بحث ومناظرے کی ضرورت پیش آئے، یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ تباہی کے راستوں پر چلنے کے باوجود ان کے درمیان ایک قسم کا اتفاق پایا جاتا ہے، بخلاف اہلِ دین، اہلِ علم اور اربابِ تصوف کے، کہ ان سب کے وظائف واعمال سب کے لئے ہوتے ہیں اور ان کی فوری اجرت بھی مخصوص ومعین نہیں ہے، اسی طرح معاشرے میں مقام ومرتبے اور ان کی طرف لوگوں کی توجہ اور رضامندی کے لحاظ سے بھی ان کا حصہ غیر مخصوص ہے، یوں سمجھیں کہ ایک مقام کے کئی امیدوار ہیں۔ اور کبھی کسی بھی مادی یا معنوی

---

(۱) لوگوں کا التفات اور ان کی توجہ طلب نہیں کی جاتی ہے بلکہ عطا ہوتی ہے۔ اور اگر یہ چیز حاصل ہوجائے تو اس پر اترانا نہیں چاہیے۔ اگر کوئی آدمی اس وجہ سے خوش ہوگیا کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہورہے ہیں، تو سمجھو کہ اس کا اخلاص ضائع ہوگیا اور وہ ریاء کے پنجے میں پھنس گیا۔
یادرہے کہ لوگوں میں مشہوری اور مقبولیت کے حصول کی وہ خواہش جس میں نظر اس بات پر ہوتی ہے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ رہیں اور اسے سلام کرتے رہیں، اس چیز کا نہ تو کوئی اجر ملے گا اور نہ ثواب، بلکہ اخلاص کے فقدان کی وجہ سے اس کی یہ خواہش الٹی اللہ تعالیٰ کے غصے اور سزا کا باعث بنے گی۔
جی ہاں، لوگوں کی توجہ حاصل کرنا منزل مراد نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں پائی جانے والی جزوی لذت اخلاص کے لیے نقصان دہ ہے اور اخلاص اعمال صالحہ کی روح ہے، یہ نہ ہو تو اعمال صالح کچھ بھی نہیں۔ پھر یہ کہ لذت صرف قبر کے دروازے کی حد تک رہتی ہے، مزید یہ کہ یہ لذت قبر کے بعد والے مرحلوں میں عذاب قبر کی صورت میں دردناک عذاب کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ اس لیے کبھی لوگوں کی توجہ، ان کا التفات اور ان کی رضامندی کی خواہش نہ رکھو بلکہ اس سے خوف کھاؤ اور دور بھاگو۔ شہرت پرستوں اور لوگوں کی رضامندی کے بھوکوں کو اس چیز کی طرف دھیان دینا چاہیے۔ (مؤلف)۔

Marfat.com

اجرت کے لیے بہت سے ہاتھ بڑھتے ہیں۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے مقابلہ، کھینچا تانی، کشمکش، حسد اور غیرت کی فضا پیدا ہو جاتی ہے، جس سے وفاداری منافقت میں اور اتفاق اختلاف میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور اس مہلک مرض سے شفا صرف ایک ہی دوا سے ممکن ہے، اور وہ ہے ''اخلاص''۔ اور وہ اس طرح کہ انسان ''حق'' انصاف اور ہدایت کو اپنی ذات پر ترجیح دے کر، اپنی نفسانی خواہشات کو حق اور ہدایت کی خاطر قربان کر کے اور سراپا ایثار بن کر اس آیت کریمہ کا عملی نمونہ بننے کا شرف حاصل کر لے: ﴿اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ﴾ (۱)

اور یہ کہ لوگوں کی طرف سے مستغنی ہو کر اس آیت کریمہ کی عملی تصویر بن جائے:

﴿وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾ (۲)

---

(۱) (یونس:۷۲) ''میرا اجر صرف اللہ کے پاس ہے۔''

(۲) (النور:۵۴) ''رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے''۔

☆ ''ایثار'' کی عادت اپنانا، اسے ہمہ وقت پیش نظر رکھنا اور اسے اپنا مرشد اور رہنما بنانا بہت ضروری ہے، یہ وہ خصلت ہے جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متصف تھے، اس طرح انہوں نے وہ درجہ حاصل کر لیا کہ قرآن کریم نے ان کی تعریف کی، اس کا مطلب یہ ہے کہ: تحفے تحائف اور صدقات وغیرہ کے قبول کرنے میں دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دی جائے اور دین کی خدمات کے صلے میں ان سے بطور عوض معاوضہ کوئی چیز قبول نہ کی جائے، حتی کہ دل میں بھی ایسی کوئی خواہش نہ رکھی جائے، اور اگر بادل نخواستہ ایسی کوئی چیز حاصل ہو جائے تو اسے ــــ لوگوں کے زیر بار رہنے کی بجائے ــــ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سمجھے؛ کیونکہ دینی خدمات کے عوض میں اس دنیا میں کوئی بھی چیز طلب کی جائے گی، تو اخلاص ضائع ہو جائے گا۔

امت کا اگرچہ یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ان خدائی خدمت گاروں کی معاشی ضروریات پوری کرتی رہے۔ اور اسی طرح یہ لوگ زکوٰۃ کے بھی مستحق ہیں، لیکن ان لوگوں کے لئے جائز نہیں کہ یہ لوگوں سے کوئی چیز مانگیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ انہیں کوئی چیز عطا کر دیتے ہیں، لیکن یہ لوگ چونکہ دین کی خدمت کے لئے وقف ہو چکے ہیں اس لئے ان کے لئے بہترین روش یہ ہے کہ وہ ایثار کریں اور یہ چیز اس آدمی کو دے دیں جو اس کا زیادہ حقدار یا ضرورتمند ہو اور خود از راہِ قناعت اللہ کی اس تقسیم کے بارے میں راضی رہیں جو اللہ تعالیٰ نے رزق کے بارے میں کر دی ہے، تاکہ انسان اس تعریف کا اہل ہو جائے جو قرآن کریم نے ایسے لوگوں کی کی ہے: ﴿وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر:۹) ''وہ اپنی شدید ترین ضرورت میں بھی دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں''۔ جب انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو وہ اخلاص کے گوہر کو حاصل کر لیتا ہے اور عدم اخلاص سے لاحق ہونے والی خطرناک ہلاکت سے اپنے آپ کو بچا لیتا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

اور پھر وہ اس چیز کا ادراک بھی کر لے کہ لوگ جو اس کی باتوں کی تعریف کر رہے ہیں، اس کی گفتگو سے متأثر ہو رہے ہیں اور جو اسے اپنی توجہات کا مرکز بنائے ہوئے ہیں، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے احسان کی بدولت ہے، اور اس کا تعلق اس کی اس ذمہ داری کے ساتھ نہیں ہے جو وہ تبلیغ کی صورت میں ادا کر رہا ہے، بلکہ نہ تو یہ ضروری ہے کہ لوگ اس کی تبلیغی کاوشوں کی وجہ سے اس کے قدر دان ہو جائیں اور نہ ہی اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو متأثر کر کے چھوڑے۔

مختصر یہ کہ اخلاص کی لذت سے شاد کام وہی ہوتا ہے جس میں وہ صلاحیت آ جائے جس کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ لیکن اگر وہ اس سے محروم رہا ہے تو خیر کثیر سے محروم رہا۔

دوسرا سبب:

گمراہوں میں اتفاق ان کی ذلت اور پستی کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ ہدایت یافتہ لوگوں میں اختلاف ان کی عزت اور وقار کی وجہ سے ہوتا ہے؛ کیونکہ دنیا دار، گمراہ اور غفلت شعار لوگ حق اور حقیقت کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے اس لئے وہ کمزور اور ذلیل ہیں، اور اس بنا پر وہ طاقت، قوت اور مضبوطی حاصل کرنے کی بہت زیادہ ضرورت محسوس کرتے ہیں اور گمراہ ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق اور تعاون کے لئے کوشاں رہتے ہیں، گویا کہ وہ اپنے باطل نظریے پر ایک دوسرے کے ساتھ واقعتاً تعاون کرتے ہیں، اپنی گمراہی میں مخلص ہیں، اپنے الحاد میں ثابت قدمی کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے منافقانہ رویے میں اتفاق سے رہتے ہیں، بدیں سبب آپ دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے عمل و ارادے میں کامیاب ہیں؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ اخلاص کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ برائی میں بھی پایا جائے تو رنگ لاتا

Marfat.com

ہے، رائیگاں نہیں جاتا اور بے نتیجہ نہیں رہتا ہے۔ کوئی بھی مانگنے والا جب خلوص دل سے مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی طلب ضرور پوری کرے گا۔ (۱)

لیکن اہل ہدایت، اہل دین، اہلِ طریقت اور اہل علم کا معاملہ کچھ اور ہے، یہ لوگ چونکہ حق اور حقیقت پر اعتماد رکھتے ہیں اور ان میں سے ہر آدمی حق کے راستے میں چلتے ہوئے صرف اپنے پروردگار کی رضا کا امیدوار ہوتا ہے، دل و جان سے اسی پر مطمئن ہوتا ہے اور اپنے اسی عقیدے سے روحانی عزت حاصل کرتا ہے، اس لیے جب بھی وہ کسی قسم کی کوئی کمزوری محسوس کرتا ہے تو فوراً لوگوں کی بجائے اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتا ہے اور صرف اسی سے قوت مانگتا ہے۔ مزید یہ کہ اپنے اس اپنائے ہوئے عقیدے کے بارے میں اسے گونا گوں اختلافات بھی نظر آرہے ہوتے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ دوسروں کے ساتھ تعاون کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ہے، بلکہ اپنے ساتھ اختلاف رکھنے والوں کے ساتھ اتفاق رکھنے میں اسے بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا ہے اس لیے وہ ان کے ساتھ اتفاق کو بھی چنداں ضروری نہیں سمجھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب انسان غرور اور خود پسندی میں مبتلا ہو تو وہ اپنے آپ کو صحیح اور حق پر اور دوسروں کو غلط اور باطل پر سمجھتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اتفاق اور محبت کی بجائے اختلاف اور مقابلے کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اخلاص ختم ہو جاتا ہے، اور اس طرح مٹ جاتا ہے کہ اس کی حقیقت آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے اور صرف نقوشِ پا باقی رہ جاتے ہیں۔

اس پیش آمدہ تشویشناک حالت کے خطرناک انجام سے بچاؤ کا واحد علاج درج ذیل

(۱) عربی زبان میں محاورہ ہے "من طلب وجدّ وجد" یعنی جس نے طلب کیا اور اسے پانے کے لئے کوشش کی اس نے حاصل کر لیا۔ یہ محاورہ حقیقت کے دستوروں میں سے ایک دستور ہے اور اپنی وسعت اور ہمہ جہتی کی وجہ سے ہمارے مسلک میں شامل ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

نوامور میں ہے۔

۱۔ مثبت اور تعمیری کام، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان صرف اپنے عقیدے کے ساتھ محبت رکھے اور اس کی سوچ فکر اور علم دوسروں کی دشمنی یا ان کی گستاخی اور تحقیر سے ملوّث نہ ہو۔

۲۔ بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھے اور ان تمام وسائل واسباب کی جستجو میں رہے جن سے اسلام کے اندر پائے جانے والے تمام مسالک ومشارب کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔ یہ عمل ان کے لیے یقیناً اتفاق اور بھائی چارے کا ذریعہ اور پیار محبت کا سرچشمہ ثابت ہوگا۔

۳۔ قانونِ انصاف کو مرشد، ہادی اور رہنما بنانا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلک کے حامل شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ یہ کہہ سکے کہ: "میرا نقطہءنظر صحیح یا بہتر ہے" لیکن اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسروں کے مسلک میں دخل اندازی کرے اور یہ کہے کہ: "صرف میرا مسلک ہی حق اور سچائی پر مبنی ہے، یا یہ کہ حسن و جمال صرف میرے مسلک میں ہی پایا جاتا ہے" وغیرہ؛ کیونکہ ایسے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے تمام مذاہب اور مسالک غلط اور باطل ہیں۔

۴۔ اس بات کی جانکاری کہ اہل حق کے ساتھ اتفاق واتحاد توفیق الٰہی کا وسیلہ اور اسلام کی عزت وعظمت کا سرچشمہ ہے۔

۵۔ ایک معنوی شخصیت کے ذریعے حق اور عدل کا تحفظ۔ اور اس کا طریقہءکار یہ ہے کہ اہل حق کے ساتھ متفق ہو کر رہا جائے تاکہ اہل باطل کے سامنے سینہ سپر ہوا جا سکے۔ وہ اہل باطل جو اجتماعی طور پر متفق ہو کر اہل حق پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ اس ضمن میں اس بات کا ادراک کرنا بہت ضروری ہے کہ باطل پرستوں کی غارت گری اجتماعی شکل میں

Marfat.com

ہے اس لیے ان کے مقابلے میں کسی بھی طاقت ور شخصیت کی انفرادی مزاحمت ناکامی سے دوچار ہوگی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک معنوی شخصیت تیار کی جائے اور اس کے ساتھ مل کر باہمی اتفاق سے اجتماعی جدوجہد کی جائے، تب کامیابی حاصل ہوگی۔

۶۔ حق کو باطل کے حملوں سے بچانا۔

۷۔ خود پسندی، انانیت اور ذاتی خواہشوں کو بالائے طاق رکھ کر۔

۸۔ عزت واحترام اور عظمت کے غلط تصور سے کنارہ کش ہو کر رہنا۔

۹۔ اور حسد، رقابت اور دل میں جنم لینے والے دیگر تمام فضول احساسات کے اسباب ودواعی کو ترک کر کے رہنا۔

یہ ہیں وہ نو نکات جن پر عمل پیرا ہو کر اخلاص جیسا گوہر نایاب حاصل ہوتا ہے اور پھر انسان اپنی تمام ذمہ داریاں صحیح طور پر کما حقہ سرانجام دیتا ہے۔(۱)

## تیسرا سبب:

اہل حق کے درمیان اختلاف اس لیے نہیں ہے کہ وہ پست ہمت ہیں اور اولوالعزمی یا بلند حوصلگی سے عاری ہیں اور اہل ضلالت بلند ہمت اور عالی حوصلہ ہیں، بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ اہل حق بلند ہمت، عالی حوصلہ اور پختہ عزم کے مالک ہیں، بات صرف یہ ہے کہ وہ اپنے اس کردار کو بروئے کار لانے کی وجہ سے اس کے غلط استعمال کا شکار ہیں۔ اور اہل

(۱) صحیح حدیث میں یہ چیز ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں عیسائیوں میں سے حقیقی دین دار لوگ اہل اسلام کے ساتھ متفق ہو کر ان کے شانہ بشانہ اپنے مشترکہ دشمن ''الحاد اور زندیقیت'' کا مقابلہ کریں گے۔ اس لیے اس دور میں اہل ایمان کو اپنے مابین ہی نہیں بلکہ عیسائیوں میں سے جو روحانی، دین دار، اور حقیقت پرست لوگ ہیں، ان کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کی بھی دعوت دی گئی ہے۔ بنابریں اس مشترکہ دشمن یعنی الحاد وزندیقیت کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ ان تمام امور کو وقتی طور پر پس پشت ڈال دیں گے جو آپس میں اختلاف پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ (مؤلف)۔ حدیث کے حوالے کے لیے دیکھیں: کشف الخفاء، ۳۱۲/۲ (مترجم)۔

Marfat.com

ضلالت کے درمیان ہم آہنگی کی وجہ وہ کمزوری اور پست ہمتی ہے جو ان کے درمیان اس اولوالعزمی اور بلند ہمتی کے فقدان کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ وہ کون سی چیز ہے جس کی وجہ سے اہل حق اپنی اس اولوالعزمی اور بلند ہمتی کو غلط استعمال کر کے اختلاف ونزاع، غیرت اور حسد جیسی چیزوں کو ظہور میں لانے کا سبب بنتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ وہ چیز ہے اخروی زندگی میں زیادہ سے زیادہ ثواب کے حصول کا لالچ، جو کہ فی نفسہ ایک اچھی چیز ہے۔ اخروی ثواب کے زیادہ سے زیادہ حصول کی حرص اور اس بارے میں قناعت سے کام نہ لینے کی عادت ان میں رچ بس جاتی ہے، اور پھر یہ حرص دھیرے دھیرے بڑھتے بڑھتے اس مقام تک جا پہنچتی ہے جہاں انسان اپنے اس حقیقی بھائی کے ساتھ بھی حسد ورقابت میں مبتلا ہو جاتا ہے جسے اس بات کی شدید ضرورت ہوتی ہے کہ یہ اس سے پیار کرے، اس کا ہاتھ پکڑے اور اس کے ساتھ تعاون کرے۔ مثال کے طور پر وہ اس جذبے سے سرشار اپنے دل میں کہے کہ: ''یہ ثواب میں حاصل کروں''۔ لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ صرف میں ادا کروں اور وہ صرف میری بات سنیں، یا اس طرح کی اور چیزیں جن کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ انہیں ادا کرنے سے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔ یا مثلاً وہ یہ کہے ''میرے شاگرد فلاں شخص کے پاس کیوں جائیں؟ میرے شاگردوں کی تعداد اس کے شاگردوں سے زیادہ کیوں نہ ہو؟ اس طرح کی اندرونی خودکلامی کی وجہ سے خودی پسندی اور انانیت کی روح کو اس کے قلب ودماغ میں سر ابھارنے کا موقع مل جاتا ہے اور وہ دھیرے دھیرے حبِ جاہ یعنی ذاتی رعب ودبدبہ جیسی مذموم صفت کے حصول کی خواہش کا شکار ہو کر اخلاص سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر اخلاص کا دروازہ اس پر بند ہو جاتا ہے اور ریاکاری کا دروازہ چوپٹ کھل جاتا ہے۔

اس خطرناک غلطی، گہرے زخم اور خوفناک روحانی بیماری کا علاج یہ ہے کہ اس بات کا

Marfat.com

یقین کرلیں کہ اللہ کی رضا صرف اخلاص ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اللہ کی رضا اس بات میں نہیں ہے کہ تمہارے پیروکار بہت زیادہ ہو گئے ہیں، تمہیں مسلسل کامیابی حاصل ہو رہی ہے یا کام کرنے کی توفیق مل رہی ہے؛ کیونکہ پیروکاروں کی کثرت اور کام کرنے کی توفیق صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ چیز طلب کی جاتی ہے نہ اس کا سوال کیا جاتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

جی ہاں! کبھی صرف ایک کلمہ یا ایک لفظ ہی دوزخ سے نجات اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا سبب بن جاتا ہے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کا راہِ راست پر آنا ہزاروں لوگوں کے راہِ راست پر آنے کے برابر ہو جاتا ہے۔ اس لیے تعداد کی کمی بیشی کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔

یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ عمل میں اخلاص اور حق طلبی کی پہچان یہ ہے کہ اس میں تمام مسلمانوں کی بھلائی کی خواہش اور جذبہ کارفرما ہو، اور اس خواہش اور جذبے کی پہچان یہ ہے کہ یہ نہ دیکھا جائے کہ یہ بھلائی کس آدمی کے ہاتھوں صادر ہو رہی ہے۔ اگر یہ جذبہ کارفرما نہ ہو اور سوچ یہ ہو کہ رہنمائی اور وعظ ونصیحت کا کام صرف میرے ہاتھوں انجام پائے تاکہ میں اخروی ثواب حاصل کرلوں، تو یہ سوچ فریبِ نفس اور انانیت کی حیلہ بازی ہے۔

پس اے مزید ثواب کا لالچ رکھنے والے اور آخرت کے لیے کیے گئے اعمال پر قناعت نہ کرنے والے شخص! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے ایسے انبیائے کرام بھیجے جن پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت کم تھی! اس کے باوجود ان کے مقامِ عظمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اور نبوت کا ثواب انہیں مکمل حاصل ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کامیابی اور فضیلت کا معیار ماننے والوں اور پیروکاروں کی کثرت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ ثواب کا لالچ رکھنے والے انسان! تو اس بات کی خواہش رکھنے والا کون ہے کہ سب

Marfat.com

لوگ تیری بات سنیں؟ تو اپنے فرائض سے غافل ہو کر اللہ کی تدبیر و تقدیر میں دخل اندازی کیوں کرنے لگا ہے؟ اپنی ذمہ داری کو پہچان اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر و تقدیر میں دخل اندازی کی کوشش نہ کر۔ اور اس بات کا یقین رکھ کہ لوگوں کا تیری باتوں کی تصدیق کرنا، تیری دعوت کو قبول کرنا اور تیرے گرد اکٹھا ہونا محض اللہ کے فضل و کرم سے ہے، وہ اپنے اس فضل و کرم سے جسے چاہے نوازتا ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو ایسی چیزوں میں مشغول نہ کر جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر و تدبیر کے لیے مخصوص کر رکھا ہے، بلکہ اپنی تمام تر توجہ اپنے فرائض کو سرانجام دینے کے لیے صرف کر دے۔

پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ حق اور حقیقت کو کہنا، سننا اور اس سے ثواب حاصل کرنا صرف نوع بشری میں ہی منحصر نہیں ہے بلکہ انسانوں کے علاوہ یہاں فرشتے بھی ہیں، اور بھی بہت سی نادیدہ مخلوق موجود ہے جو شعور رکھتی ہے اور وہ سر تا پا اس کی بندگی میں مصروف ہے، اور اس سے کائنات کا کونہ کونہ معمور اور آباد ہے۔ اور فرشتوں کے علاوہ اور بھی نادیدہ اور غیر محسوس مخلوق موجود ہے جو شعور رکھتی ہے۔ اور وہ اس سر تا پا اس کی بندگی میں مصروف ہے، اور اس سے کائنات کا کونہ کونہ بھرا ہوا اور آباد ہے۔ اس لیے اگر تم اخروی ثواب سے بہرہٴ وافر چاہتے ہو تو اخلاص پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ، اسے اپنے کردار و عمل کی بنیاد بنا لو اور اپنی حرکات و سکنات کی غرض و غایت صرف رضا الٰہی کا حصول بنا لو، تاکہ اس اخلاص اور نیک نیتی کی بدولت تمہارے ہونٹوں سے نکلنے والے کلمات کا ہر لفظ فضا میں پھیل جائے اور کائنات میں بسنے والی بے شمار باشعور مخلوق کے کانوں تک پہنچ کر اسے منور کر دے۔ اس طرح سے تم کئی گنا ثواب حاصل کر لو گے۔ مثال کے طور پر جب تم کہو گے ''الحمد للہ''، تو تمہارے بولنے کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ کلمہ فضا میں کروڑوں چھوٹے بڑے ''الحمد للہ'' کی صورت میں لکھا جائے گا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فضا میں ان گنت کان اور

Marfat.com

سماعتیں پیدا کر رکھی ہیں جو ان بے شمار پاکیزہ کلمات پر کان دھرتی ہیں؛ کیونکہ اس خالق الحکیم کا کوئی کام نہ عبث ہے نہ بے فائدہ اور نہ فضول۔

تو فضائے محیط کے ذرات میں بکھرے ہوئے ان کلمات میں جب اخلاص اور نیک نیتی زندگی کی روح پھونک دے گی تو یہ ان روحانی مخلوقات کے کانوں میں پاکیزہ لذت کی صورت میں رس گھول دیں گے۔ بالکل ایسے جیسے پاکیزہ پھلوں کی لذت سے انسان کا کام ودہن لذت یاب ہوتا ہے۔

لیکن جب اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی ان کلمات میں زندگی کی روح نہیں پھونکے گی تو یہ صرف یہ نہیں کہ کانوں کو بھائیں گے نہیں، بلکہ ان سے برداشت بھی نہیں ہوں گے۔ اور یوں ان کا ثواب صرف منہ سے ادا کیے گئے کلمات کی حیثیت تک محدود رہ جائے گا۔

قرآن کریم کو پڑھنے والے وہ حضرات جو اس وجہ سے پریشان ہیں کہ ان کی آواز میں خوبصورتی اور سوز وسرور نہ ہونے کی وجہ سے ان کے سامعین کی تعداد بڑھتی نہیں ہے، انہیں اس حقیقت کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

## چوتھا سبب:

اہلِ ہدایت کے درمیان اختلاف اور آپس میں حسد ورنجش کی فضا کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے انجام سے بے خبر اور سطحی نظر کے مالک ہیں، اور اہلِ ضلالت کے ہاں سنجیدہ سے اتفاق کی فضا کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے انجام سے پریشان اور بلند اور گہری نظر کے مالک ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ اہل ہدایت راہِ استقامت پر قائم نہ رہنے اور اپنے کردار وعمل میں خلوص کا مظاہرہ نہ کرنے کی وجہ سے اس بلند درجے سے محروم رہ جاتے ہیں جس پر انہیں

Marfat.com

فائز ہونا چاہیے، اور یہی وجہ ہے کہ وہ اختلاف ونزاع کے گڑھے میں جا گرتے ہیں، حالانکہ وہ انجام پر نظر رکھنے والی عقل وقلب کی رہنمائی میں چلتے ہیں، کہنا یہ ہے کہ یہ لوگ حق وحقیقت کے فیض یافتہ ہوتے ہیں اور ان کے پاس ایسے اندھے اور درماندہ احساسات نہیں ہوتے ہیں جن کے تقاضوں سے مغلوب ہو کر وہ نفسانی خواہشات کی رو میں بہتے ہوئے انجام سے غافل ہو جائیں۔

جبکہ اہل ضلالت کا معاملہ ایسا نہیں ہے، یہ لوگ چونکہ ہوائے نفس کے زیر اثر اور خواہشوں کے غلام ہوتے ہیں، اپنی ان گھٹیا شہوانی خواہشات اور اندھے نفسانی احساسات کے تقاضوں سے مغلوب ہو کر اپنے انجام سے غافل ہوتے ہیں، اور اس مقصد کے لیے معمولی اور فوری حاصل ہونے والے ایک درہم کو مستقبل کے لاکھوں کروڑوں پر ترجیح دیتے ہیں، اس لیے آپ دیکھیں گے کہ وہ اس نقد منافع اور حاضر لذت کے حصول پر اتفاق اور اکٹھ کا مظاہر کرتے ہیں۔

جی ہاں! مردہ دل، گھٹیا نفس کے غلام اور ذلیل خواہشات کے گرد منڈلانے والے لوگ فوری حاصل ہونے والے دنیاوی منافع کی خاطر اتفاق واتحاد کا مظاہرہ کرتے ہیں، جبکہ اہل ایمان کے مابین سنجیدہ اتفاق، کامل اتحاد، ایثار اور قربانی کا جذبہ اور مضبوط قسم کی استقامت ہونی چاہیے، کیونکہ یہ لوگ عقل کے نور اور دل کی روشنی میں کچھ دیر بعد میں حاصل ہونے والے اخروی کمالات وثمرات کو حاصل کرنے کی طرف توجہ رکھتے ہیں، لیکن غرور، تکبر اور افراط وتفریط سے خالی نہ ہو سکنے کی وجہ سے یہ لوگ اس عظیم سرچشمہ سے محروم ہو جاتے ہیں جو انہیں قوت بخشتا ہے، اور وہ سرچشمہ ہے ''اتفاق''۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس طرح اخلاص ضائع اور تباہ ہو جاتا ہے، اور اخروی اعمال کمزور ہو کر بیکار ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا تک رسائی مشکل ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

اس خطرناک بیماری کا علاج اور دوا یہ ہے کہ حق کے راستے پر چلنے والوں کی صحبت اختیار کی جائے اور اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ان کے ساتھ محبت کا مضبوط رشتہ جوڑا جائے۔ "**الحب فی اللّٰہ**"(۱)

یعنی اللہ کی راہ میں اور اس کی خاطر محبت، پھر ان کی پیروی کی جائے۔ امامت اور قیادت کا شرف ان کے لیے چھوڑ دیا جائے اور خود پسندی اور غرورِ نفس کو اس بنا پر ترک کر دیا جائے کہ راہِ حق کا مسافر چاہے کوئی بھی ہو مجھ سے بہر کیف اچھا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ اخلاص جیسی نعمت ہاتھ آ جائے۔

پھر اس بات کا بھی علم رہنا چاہیے کہ خلوصِ دل سے اللہ کے لیے کیا گیا چھوٹا سا عمل بھی ان کئی گنا اعمال سے بہتر اور وزنی ہے جو خلوص سے خالی ہوں۔ پھر یہ ہے کہ قیادت کی ذمہ داری قبول کرنے کی بجائے پیروی کرنے کے درجے پر قناعت کی جائے، کیونکہ قیادت کا راستہ عام طور پر خطرناک ہوتا ہے۔

ان امور پر عمل کرنے سے اس خطرناک بیماری کا علاج ہو گا اور اس سے چھٹکارا ملے گا۔ اخلاص سے کامیابی ملتی ہے اور اس طرح ایک مردِ مومن اپنے اخروی اعمال کما حقہ، ادا کرنے کی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔

## پانچواں سبب:

اہل ہدایت کے درمیان اختلاف اور عدم اتفاق کا سرچشمہ ان کی کمزوری نہیں ہے، اور اہل ضلالت کے درمیان مضبوط اتفاق کا سرچشمہ ان کی قوت نہیں ہے، بلکہ اہل ہدایت کے درمیان جنم لینے والا عدمِ اتفاق اس وجہ سے ہے کہ وہ قوت حاصل کرنے کی ضرورت

---

(۱) "الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ من الإیمان" (صحیح بخاری) کتاب الایمان۔ (اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے نفرت ایمان کا حصہ ہے)۔

Marfat.com

محسوس نہیں کرتے؛ کیونکہ ان کا ایمانِ کامل قوت کے ایک مضبوط مرکز سے انہیں یہ چیز پیہم مہیا کر رہا ہے۔ اور اہل غفلت وضلالت کے درمیان نظر آنے والا اتفاق کا سرچشمہ ان کی کمزوری اور عاجزی ہے، اس طرح کہ وہ اپنے ذہنوں میں کوئی ایسا مرکز نہیں پاتے جس کی قوت پر بھروسہ کرسکیں۔ تو کمزور لوگ چونکہ اتفاق کے بہت ضرورت مند ہیں اس لیے آپ دیکھیں گے کہ وہ مضبوط اتفاق کے بندھن میں بندھے ہوئے نظر آئیں گے، اور طاقتوروں میں اتفاق کی ضرورت اتنی شدید نہیں ہوتی ہے اس لیے ان کے مابین اتفاق کمزور سا ہوتا ہے۔ ان کی مثال اس باب میں شیروں اور لومڑیوں کی طرح ہے جو اتفاق کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں، اس لیے آپ دیکھتے ہیں کہ اکیلے اکیلے زندگی گزارتے ہیں جبکہ جنگلی بھیڑ بکریاں بھیڑیوں کے خوف سے ریوڑوں کی صورت میں رہتی ہیں، مطلب یہ ہے کہ کمزور لوگوں کی جمعیت اور ان کی معنوی شخصیت طاقتور ہوتی ہے، اور طاقتور لوگوں کی جمعیت اور ان کی معنوی شخصیت کمزور ہوتی ہے۔(۱)

قرآن کریم میں اس راز کی طرف انتہائی لطیف پیرایہ میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے کہ، فعل ''قَالَ'' (اس ایک مرد نے کہا)، مذکر کا صیغہ ہے لیکن اسے عورتوں کی جماعت کے لیے استعمال کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ﴾ (یوسف:۳۰) ''شہر کی عورتوں نے کہا''، حالانکہ مؤنثوں کی جماعت بھی مؤنث اور کمزور ہوتی ہے۔ اور دوسری جگہ فعل ''قَالَتْ'' ہے جو کہ مؤنث کا صیغہ ہے لیکن اسے مردوں کے گروہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ﴾ (الحجرات:۱۴). ''عرب کے

---

(۱) ہمارے اس دعوے کی جو چیز تائید کرتی ہے یہ ہے کہ یورپی معاشرے کی طاقتور، شدید ترین اور مؤثر ترین تنظیمیں عورتوں کی ہیں۔ یہ وہ تنظیمیں ہیں جو صنف نازک کے ارکان سے تشکیل پاتی ہیں اور جو امریکا میں خواتین کے حقوق اور ان کی آزادی کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اسی طرح ارمنوں کی تنظیمیں ہیں جو کہ انتہائی کمزور اور اقلیت میں ہیں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ انتہا کے بہادر، جنگجو اور جانباز ہیں۔ (مؤلف)۔

Marfat.com

بدؤوں نے کہا''. اس میں یہ باریک اشارہ پایا جاتا ہے کہ نازک اور کمزور عورتوں کی جماعت خشونت، سختی، قوت اور مردانہ صفات حاصل کر سکتی ہے، اس لیے ان کے لیئے مذکر کا صیغہ ''قال'' استعمال ہوا جو کہ انتہائی مناسب اور موزوں ہے۔ جبکہ طاقتور مرد چونکہ اپنی قوت پر بھروسہ کرتے ہیں، خاص کر بادیہ نشیں اور گنوار لوگ، اس لیے ان کی جمعیت کمزور ہوتی ہے۔ گویا کہ ان میں مؤنث کی صفات در آتی ہیں، مثلاً خوف، احتیاط، نرمی اور نزاکت وغیرہ، اس لیے ان کے لیے مؤنث کا صیغہ یعنی ''**قالت**'' لایا گیا جو کہ انتہائی مناسب اور موزوں ہے۔

جی ہاں! جو لوگ حق کے طلبگار ہوتے ہیں انہیں اپنے دلوں میں موجود قوی ایمان کی بدولت ایک طرح کا بھروسہ اور سہارا میسر ہوتا ہے جو انہیں توکل اور تسلیم ورضا کی دولت سے مالا مال کیے رکھتا ہے، اس لیے وہ دوسروں کی مدد کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، یہاں تک کہ اگر کبھی انہیں دوسروں کی ضرورت محسوس ہو بھی تو ان کا پلا پکڑ کر ان سے چمٹ ہی نہیں جاتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جنھوں نے دنیا کو اپنی توجہات کا مرکز بنا رکھا ہے وہ چونکہ قوت کے اصلی اور حقیقی مرکز سے غافل ہیں اس لیے وہ امور دنیا کو سرانجام دیتے ہوئے عاجزی، کمزوری اور بیکسی محسوس کرتے ہیں، اس لیے ہمیشہ ایسے آدمی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جو ان کی مدد کرے، چنانچہ وہ ایسے آدمی کے ساتھ پھر مکمل اتفاق واتحاد کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس بارے میں کسی قربانی، جانبازی اور فداکاری سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں۔

پھر یہ بھی ہے کہ حق کے طلبگار چونکہ اتفاق واتحاد میں پائی جانے والی قوت کی قدر نہیں کرتے اور اس سے بے نیازی کا اظہار کرتے ہیں اس لیے وہ ایک غلط اور خطرناک انجام تک جا پہنچتے ہیں، اور وہ ہے ''اختلاف.'' جبکہ اہل باطل اور گمراہ لوگ اپنی عاجزی اور درماندگی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ اتفاق میں بہت طاقت ہے، اس لیے وہ اتفاق کی

Marfat.com

صورت میں اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے بہترین وسیلہ حاصل کر لیتے ہیں۔

اس باطل اور المناک صورتحال سے نجات پانے اور اہل حق کو لاحق ہونے والے اس مہلک مرض سے چھٹکارا پانے کا ایک ہی راستہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہم اس چیز سے رک جائیں جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے:

﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾(۱)

اور اس چیز پر کاربند ہو جائیں جس کا حکم اس آیت میں ہوا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ (۲)

ان دونوں آیتوں میں معاشرتی زندگی کے دو بہترین دستور پیش کیے گئے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں اس بات کا ادراک ہو جانا چاہیے کہ آپس کے ان اختلافات نے اسلام اور مسلمانوں کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کے اثرات کتنے گہرے ہیں!،

پھر اس بات کا ادراک ہونا چاہیے کہ ہمارے اس اندرونی خانشار سے اہل ضلالت کے لیے ہم پر دست درازی کے راستے ہموار ہوتے ہیں۔

اور آخری بات یہ کہ ہم میں یہ احساس بیدار ہو جائے کہ ہم انتہائی کمزور اور از بس لاچار ہیں، اس لیے ہمیں اہل ایمان کے اس قافلے میں شامل ہو جانا چاہیے جو حق کا متلاشی ہے، اور ان کے ساتھ اس طرح صف بستہ ہو جانا چاہیے کہ اس راستے میں جاں نثاری اور فداکاری کی نوبت بھی آجائے تو کسی قسم کا دریغ نہ کریں۔ اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب ہم اپنی ذات کی نفی کر دیں اور اخلاص کے طفیل ملنے والی عزت تک پہنچنے کے لیے ریاکاری سے دامن چھڑا لیں۔

(۱) (الانفال: ۴۶) ''آپس میں مت جھگڑو ایسا نہ ہو کہ تم ناکام ہو جاؤ اور تمہاری طاقت جاتی رہے۔''

(۲) (المائدۃ: ۲) ''نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو''

Marfat.com

چھٹا سبب:

اہل حق کے درمیان اختلاف کی وجہ یہ نہیں کہ ان میں تیز فہمی، بلند ہمتی، حمیّت اور مردانگی کا فقدان ہے یا ان میں عزم وارادہ کی کمی ہے، اسی طرح غفلت شعار اور گمراہ کردار لوگوں کے درمیان سنجیدہ قسم کے اتفاق کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ تیز فہمی، بلند ہمتی، حمیّت اور مردانگی جیسی صفات سے مزیّن ہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اہل حق کی نظریں چونکہ زیادہ تر اخروی ثواب کے حصول پر لگی ہوئی ہیں اس لیے ان میں پائی جانے والی حمیّت، عزم وارادہ اور بلند ہمتی اس طرح کے اہم اور متعدد مسائل میں تقسیم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور یہ لوگ چونکہ اپنا زیادہ وقت- جو کہ ان کا حقیقی سرمایہ ہے- کسی ایک مخصوص یا معین مسئلے میں صرف نہیں کرتے، اس لیے راہ حق میں چلنے والے دوسرے راہیوں کے ساتھ ان کی مضبوط قسم کی ہم آہنگی ظہور میں نہیں آتی؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ مسائل بے شمار ہیں اور میدان بہت وسیع ہے۔

لیکن دنیا دار اور غفلت شعار لوگوں کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ ان لوگوں کی نظر صرف دنیاوی زندگی میں منحصر ہوتی ہے۔ اور ان کا مقصودِ کل اور مبلغِ علم صرف یہی دنیا ہے، اس سے آگے ان کی نظر جاتی ہی نہیں، اس لیے آپ دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ دل وجان سے ایک دوسرے کے ساتھ مضبوطی سے جڑے ہوتے ہیں، اور جو شخص سے بھی ان کی مدد کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتا ہے اس کا ہاتھ فوراً مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ اپنا انتہائی قیمتی وقت دنیا کے ایسے جھمیلوں میں صرف کرتے ہیں جن کی حق شناس لوگوں کے ہاں کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ اس ضمن میں ان کی مثال اس پاگل یہودی جوہری کی سی ہے جس نے شیشے کے چند معمولی ٹکڑے قیمتی پتھروں کی قیمت میں خریدے۔ بس کسی چیز کو مہنگے داموں خرید لینا اور اپنے تمام احساسات اس چیز میں کھپا دینا ہی کامیابی کا راستہ بناتا ہے، اگرچہ یہ جذبہ غلط راستے میں ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اس روش میں اخلاص کارفرما ہے۔

۱۲۷۳۸۵

Marfat.com

یہی وہ مقام ہے جہاں اہل باطل اہل حق پر غالب آجاتے ہیں اور اہل حق اخلاص کا دامن چھوڑ کر پستی، تصنع، بناوٹ اور ریاکاری کے گڑھوں میں جا گرتے ہیں، اور پھر ان دنیاداروں کی خوشامد اور چاپلوسی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جو عزم و ہمت اور غیرت و حمیت کی تمام صفات سے عاری ہوتے ہیں۔

اے اہل حق، اے اہل شریعت و طریقت، اے حق برائے حق کے طلبگارو! قرآنی ادب کو اپنا کر اس خوفناک مرض یعنی اختلاف سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرو۔ اور قرآنی ادب یہ ہے: ﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾(۱)

اپنے بھائیوں کی غلطیوں کو معاف کرنا سیکھو۔ ان کی کمیوں کوتاہیوں کو نظر انداز کرو۔ ایک دوسرے کے عیوب کی پردہ پوشی کرو اور آپس کے اندرونی اختلافات کو پس پشت ڈال دو؛ کیونکہ تمہارے بیرونی دشمن ہر طرف سے تم پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اس لیے اہل حق کی ذلت اور تباہی سے حفاظت کو اپنے اخروی فرائض میں شامل کر لو اور اس کا سب سے زیادہ اہتمام کرو۔ ان سینکڑوں آیات اور احادیث شریفہ کی چلتی پھرتی تصویر بن جاؤ جو تمہیں باہمی اخوت، محبت اور تعاون کا حکم دے رہی ہیں۔ اپنے تمام احساسات و جذبات کے ساتھ اپنے دیندار اور حق پر چلنے والے بھائیوں کا ساتھ دے کر دنیادار اور غفلت شعار لوگوں کے اتفاق سے زیادہ بہتر اتفاق و اتحاد کا نمونہ بن جاؤ۔ آپس میں اختلاف کا کوئی دروازہ نہ کھلنے دینا اور محتاط رہنا کہ دشمن کے پھیلائے ہوئے جال میں نہ الجھ جانا۔ تم میں سے کوئی یہ ہرگز نہ کہے کہ میں اپنا قیمتی وقت ان جزوی امور میں صرف کرنے کی بجائے ذکر، فکر اور ورد وظائف میں صرف کروں گا اور اس طرح وہ میدان عمل سے فرار حاصل کر لے اور اتفاق و اتحاد کو کمزور اور امت مسلمہ کو ناتواں بنانے کا سبب بن جائے؛ کیونکہ وہ مسائل جنہیں تم

(۱) (الفرقان: ۷۲) ''رحمان کے بندے جو ہیں جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں''

Marfat.com

جزوی اور بے حیثیت سمجھتے ہو وہ بسا اوقات اس روحانی جہاد میں بہت بڑی اہمیت کے حامل ہو سکتے ہیں۔ جس طرح کچھ خاص اور اہم شرائط کے تحت کسی سپاہی کا سرحدوں کی نگرانی میں ایک گھنٹہ گزارنا ایک سال کی عبادت کے برابر ہے، اسی طرح تمہارا ایک قیمتی دن جسے تم اس کڑے وقت میں جب کہ اہل حق ہر طرف مغلوب ہو چکے ہیں، میں کہتا ہوں تمہارا ایسے وقت میں ایک قیمتی دن جسے تم روحانی جہاد کے ان جزوی مسائل میں صرف کرو گے، سپاہی کے اسی ایک گھنٹے کے برابر ہے جو اس نے سرحدوں پر پہرہ دیتے ہوئے گزارہ ہے، بلکہ شاید تمہارہ یہ ایک دن ہزار دنوں کے برابر ہو جائے؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ عمل جب خالصۃً اللہ کی رضا کے لیے اور اس کے راستے میں کیا جائے تو پھر یہ نہیں دیکھا جاتا ہے کہ وہ چھوٹا ہے یا بڑا، بلند ہے یا پست۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے راستے میں اخلاص بدوش ایک ذرہ چمکدار ستارہ بن جاتا ہے؛ اس لیے کہ اس راہ میں معیار وسیلے کی ماہیت یا کیفیت نہیں بلکہ معیار نتیجہ، مقصد اور غرض وغایت ہے، اور یہ کہ اس عمل سے اللہ کی رضا حاصل ہو، اور پھر یہ کہ عمل کی بنیاد اخلاص پر ہو۔ اس لیے یہ چھوٹا سا نہیں بلکہ بہت بڑا اور بہت عظیم مسئلہ ہے۔

ساتواں سبب:

اہل حق اور اصحاب حقیقت کے درمیان اختلاف، ناموافقت اور مقابلہ بازی غیرت، رشک یا مال ودولتِ دنیا کی حرص کے سبب نہیں ہے۔ اسی طرح دنیا دار اور غفلت شعار لوگوں کے درمیان نظر آنے والا اتفاق ان کے عزت ووقار یا سرگرمی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ اہلِ حقیقت حقیقت پرستی کے طفیل جن فضائل ومکارم سے سرفراز ہوتے ہیں ان فضائل مکارم کی حفاظت نہیں کر پاتے ہیں؛ اس کی وجہ سے کچھ نا اہل اور پست حوصلہ لوگ بھی اس میدان میں آجاتے ہیں، جو کہ راہ حق میں پاکیزہ اور شریفانہ دوڑ میں مستقل

Marfat.com

مزاج اور ثابت قدم نہیں رہ پاتے ہیں، جس سے وہ ان اچھی عادات وصفات کو بدنام کر دیتے ہیں اور آپس کے حسد کی وجہ سے اختلاف اور ایک دوسرے کی مخالفت کے گڑھے میں جا گرتے ہیں، جس سے وہ نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ امت مسلمہ کو بھی ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کرتے ہیں۔

لیکن اہل غفلت اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے لوگ غیرت، حمیت اور مروّت کے فقدان اور اپنی پستی اور درماندگی کی وجہ سے ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ اتفاق واتحاد کے لیے ہاتھ بڑھا سکتے ہیں، حتی کہ معاشرے کے ذلیل ترین لوگوں کے ساتھ بھی، اس کے پیچھے صرف ایک ہی جذبہ کارفرما ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ وہ کہیں ان دنیاوی فوائد سے محروم نہ رہ جائیں جن کے پیچھے وہ مارے مارے پھر رہے ہیں اور اپنے ان دوستوں اور وڈیروں کو ناراض نہ کر بیٹھیں جن کی وہ اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے پرستش کی حد تک فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اس لیے وہ مطلب برآری کے لیے جس کسی کے ساتھ بھی شراکت کرتے ہیں اس کے ساتھ بدل وجان اتفاق رکھتے ہیں اور اس کے گردان فوائد کے حصول کی خاطر اجتماع کی کسی بھی شکل میں جمع رہتے ہیں، اور اس طرح وہ اپنے اس عزم وارادے اور سنجیدہ کوشش کی بدولت مطلوبہ مقاصد حاصل کر لیتے ہیں۔

پس اے اہل حق! اے اصحاب حقیقت اور اختلاف کی مصیبت میں گرفتار لوگو! تم نے اس کڑے وقت اور نازک دور میں اخلاص کو کھو دیا اور اللہ کی رضا کے حصول کو اپنی کوششوں کا مقصد نہیں بنایا، اور یوں تم نے اہل حق کی مغلوبیت کا راستہ ہموار کیا اور انہیں ذلت اور پستی کا کڑوا جام گھونٹ گھونٹ کر کے پلا دیا۔

مت بھولو کہ دین اور آخرت کے معاملات میں کسی قسم کا کوئی حسد، مقابلہ اور غیرت کے نام پر جنگ وجدل وغیرہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اور حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ

Marfat.com

چیزیں بالکل ہی بے معنی ہیں؛ کیونکہ حسد اور مقابلے کی فضا اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ایک ہی چیز کو حاصل کرنے کے لیے بہت سے ہاتھ آگے بڑھیں، ایک ہی مقام تک پہنچنے کے لیے بہت سی نظریں اٹھیں اور ایک ہی کھانے کو ہضم کرنے کے لیے بہت سے معدے میدان میں آجائیں۔ ایسی فضا میں مناقشہ، مقابلہ بازی اور کھینچا تانی معاملے کو رشک اور حسد تک پہنچا دیتی ہے۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ دنیا انتہائی تنگ، محدود اور وقتی چیز ہے جو کہ انسان کی لا تعداد خواہشات و مطلوبات کو پورا نہیں کر سکتی، اور پھر یہ کہ ایک ہی چیز کو حاصل کرنے کے لیے بے شمار لوگ دیوانہ وار لپکتے ہیں تو اس کا نتیجہ ایک ہی برآمد ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ انسان حسد اور مقابلے بازی کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ جبکہ آخرت کا دامن انتہائی وسیع اور کشادہ ہے، اتنا کہ ہر مومن کے لیے ایسی جنت ہے جو زمین سے آسمانوں تک چوڑی اور پانچ سو سال کی مسافت جتنی لمبی ہے۔ (۱)

اور ہر مؤمن کے لیے ستر ہزار حوریں اور محل ہوں گے۔ اس لیے وہاں حسد اور مقابلے بازی کی فضا بن ہی نہیں سکے گی۔

اس چیز سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ آخرت کے لیے کیے جانے والے اعمال میں حسد و رقابت اور باہمی عداوت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور جو حسد کرتا ہے وہ یا تو وہ آدمی ہے جو دین کے لبادے میں دنیاوی اغراض و مقاصد حاصل کرنے کی تگ و دو میں مصروف

(۱) کسی طرف سے ایک نہایت اہم سوال وارد ہوا، اور وہ یہ کہ: ہماری دنیاوی محدود عقلیں روایت کے مطابق مومن کو عطا کی جانے والی اس جنت کا احاطہ کیسے کر سکتی ہیں جس کی چوڑائی پانچ سو سال کی مسافت جتنی ہوگی؟

جواب: جس طرح اس دنیا میں ہر آدمی کے لیے ایک وقتی دنیا ہے جو اس کے لیے خاص ہے، اس دنیا کا تانا بانا اس کی اپنی زندگی ہے جس سے وہ اپنے تمام ظاہری و باطنی حواس سے جتنا چاہے استفادہ کر سکتا ہے، یہاں تک کہ وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ: یہ دھرتی میرا بستر ہے، یہ سورج میرا چراغ ہے، یہ ستارے میری قندیلیں ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ اس کی ملکیت کے بارے میں کائنات کی دوسری ذی روح یا غیر ذی روح مخلوق تنازع کھڑا کر دے، بلکہ اس کے برعکس دوسری تمام مخلوقات اس کی اس خاص دنیا کو آباد کرتی اور اس کی آرائش کرتی ہیں۔

(جاری)

Marfat.com

ہے اور عمل صالح کے پردے میں دنیاوی منفعت کی تلاش میں ہے، اور یا پھر وہ سچا تو ہے لیکن جاہل ہے جو نہ تو اچھے اعمال کی اہمیت اور غرض وغایت سے واقف ہے اور نہ اس بات کا ادراک رکھتا ہے کہ اعمال صالحہ کی بنیاد اور اصل روح ''اخلاص'' ہے۔ بنابریں، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کو محدود سمجھے گا اور اپنے دل کی تہ میں اللہ کے نیک اور سچے بندوں کے ساتھ ایک قسم کی عداوت پال کر حسد اور رقابت کی رَو میں بہ جائے گا۔

میں یہاں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جو اس حقیقت کی تائید کرتا ہے: میرے ماضی کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی ایک معین شخص کے بارے میں اپنے دل میں کینہ اور عداوت رکھتا تھا۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں جب اس کے سامنے اس شخص کی تعریف کی گئی اور

---

جنت کا معاملہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے۔ لیکن بڑے فرق کے ساتھ۔ اور وہ اس طرح کے ہر مومن کے لیے ایک تو وہ جنت ہوگی جو خاص اسی کی ہوگی اور جس میں اس کے لیے ہزاروں حوریں اور محل ہوں گے، اور اس کے علاوہ عام جنت سے اسے ایک حصہ اور بھی عطا کیا جائے گا جو پانچ سو سال کی مسافت پر محیط ہوگا، اور جس سے مومن اسی طرح لطف اندوز ہوگا جیسے کہ جنت اور وہاں کی دائمی زندگی کے شایانِ شان ہوگا: کیونکہ وہاں ہر مومن کے مرتبے کے مطابق اس کے حواس، شعور اور احساسات میں وسعت اور کشادگی پیدا ہو جائے گی، اس لیے دوسروں کی موجودگی اور ان کی اس کے ساتھ شراکت سے اس کی ملکیت، ناز و نعمت اور لطف اندوزی میں کمی واقع نہیں ہوگی۔ بلکہ دوسرے لوگ اس کی اس خاص اور عام جنت کو آباد رکھیں گے، اور اس کی تزئین و آرائش میں حصہ لیں گے۔

جی ہاں، جس طرح ایک انسان اس دنیا میں اپنے منہ، کانوں، آنکھوں اور حواس، اذواق اور احساسات سے کسی باغ میں گزارے گئے ایک گھنٹے سے محظوظ ہوتا ہے، یا پورے ایک دن کے سیر سپاٹے سے حظ اٹھاتا ہے، یا پورا ایک مہینہ کسی ملک کی سیر میں گزارتا ہے، یا اپنی زندگی میں پورا ایک سال سیر و سیاحت میں گزارتا ہے نا، جنت کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔ اس دائمی اور ابدی دنیا میں چکھنے اور سونگھنے کی قوت پورے ایک سال کی مسافت میں اتنی لطف اندوز ہوگی جتنی اس فانی دنیا میں کسی خوبصورت نظر نواز باغیچے میں ایک گھنٹہ گزار کر ہوتی تھی۔ اور اس خوبصورت دائمی مملکت میں سننے اور دیکھنے والے حواس اس کنارے سے لے کر اس کنارے تک پانچ سو سال کی سیر و تفریح میں ایسا لطف اٹھائیں گے جو اس کی ابدیت کے مطابق ہوگا، اور وہ اتنا ہوگا جتنا کہ انسان اس فانی دنیا میں ایک سال کی سیر و سیاحت سے اٹھاتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ وہاں ہر مومن کے شعور میں روشنی اور حواس میں وسعت آجائے گی۔ اور یہ ہوگا اس کے دنیا میں کیے ہوئے اعمال اور اس کی نیکیوں کی نوعیت کے حساب سے، چنانچہ وہ اپنے ان جذبات و احساسات اور حواس کے ساتھ جنت میں وہ حظ اٹھائے گا جو اس کی ابدیت اور ہمیشگی کے عین مطابق ہوگا۔ مؤلف۔

Marfat.com

اس کے بارے میں کہا گیا کہ: ''وہ اچھا آدمی ہے، وہ اللہ کا ولی ہے''، تو ہم نے دیکھا کہ اس بات سے اس سے خار رکھنے والے آدمی نے نہ تو برا منایا اور نہ کسی قسم کی تنگ دلی کا اظہار کیا۔ لیکن جب کسی نے اس کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ: ''وہ بہت بہادر اور طاقتور ہے، تو ہم نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر حسد اور غیرت کی لہر دوڑ گئی ہے۔ ہم نے اس سے کہا: دیکھیں، ولایت اور تقویٰ کا مرتبہ آخرت میں اتنا بڑا ہے کہ کسی بھی دوسری چیز کو اس کے مقابلے میں نہیں لایا جا سکتا ہے، چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟! لیکن ہم نے دیکھا کہ ولایت اور تقویٰ و پرہیزگاری کے ذکر پر تمہارے کان پر جوں تک نہیں رینگی، لیکن جب جسمانی قوت اور بہادری کا ذکر آیا تو تم حسد سے لال بھبھوکے ہو گئے؟ حالانکہ یہ جسمانی قوت بیلوں میں بھی پائی جاتی ہے، اور بہادری جنگل کے درندوں میں بھی ہوتی ہے؟! تو اس نے جواب دیا: ''ہم دونوں نے اس دنیا میں ایک خاص مقام کے حصول کو اپنا ہدف مقرر کیا ہوا ہے، اور قوت اور شجاعت ہمارے مقرر کردہ دنیاوی ہدف تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں، اس وجہ سے ان کے ذکر پر مجھے حسد اور رقابت کا احساس ہوا، لیکن آخرت کی منزلوں اور مرتبوں کی چونکہ کوئی حد نہیں ہے، اس لیے آخرت کا معاملہ اس سے علیحدہ ہے؛ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ میرا یہاں کا دشمن وہاں میرا محبوب ترین اور عزیز ترین دوست بن جائے''۔

اس لیے اے اصحابِ حقیقت و طریقت! حق کی خدمت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے، بلکہ یہ چیز ایک بہت بڑے خزانے کو اٹھانے اور اس کی نگرانی اور حفاظت کی ذمہ داری کے مشابہ ہے، اس لیے وہ لوگ جو اس خزانے کو اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں وہ اس وقت بہت خوشی اور فرحت محسوس کرتے ہیں، جب کچھ طاقتور لوگوں کے ہاتھ ان کے تعاون اور مدد کے لیے آگے بڑھتے ہیں، ایسے میں فرض یہ بنتا ہے کہ ان آگے بڑھنے والوں کا استقبال خالص محبت کے ساتھ کیا جائے، اور ان کے دستِ تعاون کو اپنی ذات سے بڑھ کر اہمیت دی

Marfat.com

جائے اور ان کی آؤ بھگت اسی اعزاز کے ساتھ کی جائے جو ان کے شایانِ شان ہے؛ کیونکہ یہ لوگ حقیقی بھائی، صحیح معاون اور سچے جان نثار ہیں۔ اگر فرض کا حتمی تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کیا جائے تو پھر ان کی طرف حسد کی نظر سے بھی کیوں دیکھا جائے؛ چہ جائیکہ ان کے ساتھ مقابلہ بازی اور غیرت کی فضا پیدا کی جائے، جس کا نتیجہ یہ نکلے کہ اخلاص میں بگاڑ آ جائے اور تمہارے اعمال وعزائم اور مقاصد گمراہ لوگوں کے الزامات کی زد میں آ جائیں!؟ ایسا ہوا تو وہ لوگ تمہیں تمہارے مقام ومرتبہ سے انتہائی کم اور تمہارے عقیدے اور مسلک سے انتہائی گھٹیا مرتبے کے کھاتے میں ڈال دیں گے، اور تمہیں ان لوگوں کے ساتھ ملا دیں گے جو دین کے عوض میں دنیا کماتے ہیں، اور "حقیقت" کے علم کے پردے میں عیش اڑاتے ہیں۔ اور لوگوں کو تمہارے بارے میں باور کرائیں گے کہ یہ لوگ دنیا کے حریص ہیں اور دنیاوی ساز وسامان کی حرص میں ایک دوسرے کے ساتھ برسرِ مقابلہ ہیں وغیرہ اور اس قسم کے دیگر گھٹیا اور ظالم قسم کے الزامات تمہارے سر تھوپ دیں گے۔

اس مرض کا واحد علاج یہ ہے کہ انسان دوسروں پر الزام دھرنے کی بجائے اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرائے۔ اور اس راہِ حق اور اس دستورِ انصاف سے سرِ مو انحراف نہ کرے جو ماہرین فن وآدابِ مناظرہ نے پسند کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی معین مناظرے میں یہ چاہے کہ حق صرف اسی کی زبان سے ظاہر ہو کسی اور کی زبان سے نہیں، اور اسے اس بات سے خوشی اور اطمینان محسوس ہو کہ اس کا مدِ مقابل غلط اور برسرِ باطل ہے، تو یہ آدمی ظالم ہے، انصاف پرست نہیں۔ اس سے مزید نقصان یہ لازم آتا ہے کہ حق بات اگر اس کی زبان سے ظاہر ہو جائے تو اس کے نتیجے میں صرف یہی نہیں کہ اس نے کوئی نئی بات نہیں سیکھی بلکہ وہ الٹا نقصان بھی اٹھاتا ہے؛ کیونکہ حق بات اس کی زبان سے ظاہر ہونے کی وجہ سے وہ اس مناظرے سے کوئی نئی چیز نہیں سیکھتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ کوئی نئی چیز نہیں

Marfat.com

سیکھتا ہے بلکہ بسا اوقات اسے یہ چیز غرور اور گھمنڈ میں مبتلا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے وہ مزید نقصان اٹھاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر حق بات اس کے مدِّ مقابل کی زبان سے ظاہر ہو جائے تو اس سے نہ صرف یہ کہ اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا بلکہ یہ چیز اس میں غرور کی کیفیت بھی پیدا نہیں کرے گی، اور مزید یہ کہ اس کے علم میں ایک نئی چیز کا اضافہ ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک حق طلب منصف مزاج آدمی حق کی خاطر کسر نفسی سے کام لیتا ہے، اور جب حق اسے مدِّ مقابل کے پاس نظر آ جائے تو وہ خوشی اور اطمینان سے سرشار ہو جاتا ہے۔

اگر اہل دین، اہل علم، اصحاب حقیقت اور اصحاب طریقت اس عظیم دستور کو اپنی عملی زندگی کے لیے رہنما بنالیں تو وہ اللہ کے حکم سے اخلاص جیسی نعمت سے شادکام ہو جائیں گے۔ اپنے اخروی اعمال میں سرخرو ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل وکرم سے اس مصیبتِ کبریٰ سے نجات پا جائیں گے جو انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

(سُبۡحَانَکَ لَا عِلۡمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا إِنَّکَ أَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ)

Marfat.com

ازکلیات رسائل نور

# اِخلاص

②

Marfat.com

یہ لمعہ ''سترہویں لمعے'' میں ذکر کی گئی ''سترہ یاد دہانیوں'' کے تحت ذکر کیے گئے ''سات مسائل'' کا ''چوتھا مسئلہ'' تھی، لیکن بعد میں یہ اپنے موضوع ''اخلاص'' کی مناسبت سے ''بیسویں لمعے'' کا ''دوسرا نکتہ'' بن گئی۔ پھر اس کی نورانیت کی وجہ سے اسے ''اکیسویں لمعے'' کا درجہ دے کر ''لمعات'' نامی کتاب کی زینت بنا دیا گیا۔

نوٹ: یہ لمعہ کم از کم ہر پندرہ دن میں ایک دفعہ لازمی پڑھا جائے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ (۱)

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ﴾ (۲)

ایک اور جگہ پر فرمایا: ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا، وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا﴾ (۳)

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (۴)

میرے اخروی بھائیو اور خادم القرآن دوستو! یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھیں- جیسا کہ آپ جانتے بھی ہیں- کہ تمام اعمال اور خاص کر آخرت کے ساتھ تعلق رکھتے والے اعمال میں ''اخلاص'' ایک اہم بنیاد، عظیم قوت، امید افزا سفارشی، مضبوط مرکز، حقیقت تک پہنچانے والا قریب ترین راستہ، نیک ترین روحانی دعا، حصولِ مقاصد کا معزز ترین وسیلہ، بلند ترین خصلت اور پاکیزہ ترین عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔

تو جب تک ''اخلاص'' میں روشنی بکھیرنے والی کرنیں، مضبوط قوتیں اور ان مذکورہ اوصاف جیسے بلند پایہ اوصاف پائے جاتے ہیں..... اور جب تک احسانِ الٰہی نے ہمارے کاندھوں پر یہ مقدس مہم، بھاری اور جلیل القدر عمومی خدمت یعنی ایمان اور خدمت قرآن کی ذمہ داری ڈالی ہوئی ہے..... اور ادھر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم ایک طرف تو انتہائی قلت، ضعف اور فقر سے دوچار ہیں اور دوسری طرف ہمیں بدترین دشمنوں اور کڑے مصائب کا سامنا ہے، اور پھر اس مشکل دور میں ہم طرح طرح کی بدعتوں اور گمراہیوں کے گھیرے میں ہیں جو ہر طرف سے ہم پر حملہ آور ہو رہی ہیں..... جب حالات کچھ اس طرح کے ہیں تو

(۱) (الانفال:۴۶) ''آپس میں مت جھگڑو، ایسا نہ ہو کہ تم ناکام ہو جاؤ اور تمہاری طاقت جاتی رہے''

(۲) (البقرۃ:۲۳۸) ''اور اللہ کے حضور اس طرح کھڑے ہو کہ ادب و نیاز میں ڈوبے رہو''

(۳) (الشمس:۹،۱۰) ''یقیناً فلاح پا گیا وہ شخص جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا''

(۴) (البقرۃ:۴۱) ''اور تھوڑی قیمت پر میری آیات کو نہ بیچ ڈالو''

Marfat.com

ایسے حالات میں ہمارے لیے ایک ہی جائے پناہ ہے، اور وہ یہ کہ ہم اپنی تمام کوشش، تگ ودو اور طاقت صرف کر کے اخلاص جیسی نعمت سے بہرہ ور ہو جائیں؛ کیونکہ ہم اسے اپنانے اور اختیار کرنے کے لیے مجبور ہیں، بلکہ اس چیز کے بہت زیادہ مکلّف ہیں کہ یہ صفت اپنے اندر پیدا کریں۔ اور سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی ذات میں اخلاص کی جڑیں مضبوط کریں؛ کیونکہ اگر ہم اپنی ذات میں اخلاص پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو اب تک اس مقدس خدمت کی صورت میں ہم نے جو کچھ کمایا ہے اس کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا اور اس خدمت میں تسلسل باقی نہیں رہے گا۔ اور پھر اس باب میں ہمارا کڑا محاسبہ ہوگا اور ہم ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جنہیں اس ارشاد باری تعالیٰ میں منع کیا گیا ہے اور انہیں سخت قسم کی دھمکی دی گئی ہے: ﴿وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا﴾؛ کیونکہ ہمارے اخلاص میں خلل آ گیا ہوگا، اور اس طرح پست، حقیر، قابل نفرت، نقصان دہ، ناصاف اور بے فائدہ دنیاوی طمع و لالچ کی غرض سے اخلاص کو خیر باد کہہ کر ہم ابدی سعادت مندی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہوں گے۔ اس کے پیچھے ہمارے پست جذبات اور معمولی شخصی منافع کا لالچ کارفرما ہوگا، مثال کے طور پر خود پسندی اور ریاکاری وغیرہ، اور یوں ہم اس راہ میں اپنے بھائیوں کے حقوق پامال کرنے والے اور قرآنی خدمت کے اس منہج پر زیادتی کرنے والے بن جائیں گے، اور ہمارا شمار اُن لوگوں میں ہوگا جو ایمانی حقائق کے تقدس اور ان کی عظمت کی کماحقہ قدر نہ کر کے بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

یاد رکھو میرے بھائیو! بھلائی کے اہم کاموں اور اصلاح کے عظیم راستوں کے آگے بڑی بڑی اور نقصان دہ رکاوٹیں اور دشوار گزار گھاٹیاں آتی ہیں، مثلاً شیطان اس مقدس دعوت کے حاملین خدمتگزاروں کے مقابلے میں میدان میں کود پڑتے ہیں، اور پوری کوشش سے ان خدّام القرآن کے لیے سدِّ راہ بنتے ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم ان رکاوٹوں کو

Marfat.com

عبور کرنے اور ان شیطانوں کا راستہ روکنے کے لیے پورے اطمینان کے ساتھ اخلاص کا دامن پکڑ لیں۔ اس لیے میرے بھائیو! اخلاص کو عیب لگانے والے اور اس میں رخنہ ڈالنے والے تمام اسباب سے ایسے بچو جیسے تم زہریلے بچھوؤں اور سانپوں سے بچتے ہو۔ نفسِ امارہ پر نہ اعتماد کیا جا سکتا ہے نہ وثوق، جیسے کہ قرآن پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے وارد ہوا ہے: ﴿وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي﴾ (۱)

اس لیے کبھی بھی انانیت، غرور اور نفسِ امارہ کے دھوکے میں نہ آنا۔ اور اخلاص جیسی نعمت کو حاصل کرنے، حصول کے بعد اس کی حفاظت اور اس راہ میں پیش آنے والی تمام رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے ذیل میں پیش کیے جانے والے چند دستوروں کو اپنا رہنما بنا لو۔

## پہلا دستور:

عمل سے مطلوب و مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا تو پھر پوری دنیا کی بے رخی کی کوئی قیمت رہے گی نہ اہمیت۔ اگر تمہارا عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو گیا تو تمام عالم کا ردّ و انکار بے اثر رہے گا، اور اگر اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر عمل قبول کر لیا اور پھر اس نے چاہا اور اس کی حکمت کا تقاضا ہوا تو تمہاری ایسی طلب نہ ہونے کے باوجود بھی لوگوں کو اس بات پر آمادہ کر دے گا کہ وہ تمہارے عمل کو پسند کریں گے، اس پر رضامندی کا اظہار کریں گے اور اسے قبول بھی کریں گے۔ اس لیے خدمتِ ایمان و قرآن کی اس راہ میں بنیادی مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا حصول ہونا چاہیے، دگر ہیچ۔

---

(۱) (یوسف: ۵۳) ''میں کچھ اپنے نفس کی برأت نہیں کر رہا ہوں، نفس تو بدی پر اکساتا ہی رہتا ہے اِلا یہ کہ کسی پر میرے رب کی مہربانی ہو''۔

Marfat.com

دوسرا دستور:

اپنے خادم القرآن بھائیوں پر نہ تو تنقید کرو اور نہ ہی ایک دوسرے پر فخر وغرور اور بلند مرتبی کے احساس پر مبنی رشک ورقابت کے رجحانات کو ہوا دو؛ کیونکہ جس طرح انسان کے جسم میں دو ہاتھوں کے درمیان کوئی حسد نہیں ہوتا، ایک آنکھ دوسری آنکھ پر تنقید نہیں کرتی، زبان کان پر اعتراض نہیں کرتا، دل روح کی عیب جوئی نہیں کرتا، بلکہ ان میں سے ہر عضو دوسرے عضو میں پائی جانے والی کمی کو پورا کرتا ہے، اس کی کوتاہی پر پردہ ڈالتا ہے، اس کی ضرورت پوری کرنے کی تگ ودو کرتا ہے، اور اس کی خدمت بجالانے میں اس کی معاونت کرتا ہے، کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس جسم کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا، روح اسے الوداع کہہ جاتی اور جسم سوکھے پتوں کی طرح بکھر بکھر جاتا۔

اور جس طرح ایک فیکٹری میں پہیوں اور دندانوں کے درمیان کسی قسم کا حسد نہیں ہوتا ہے، وہاں کوئی بھی پرزہ دوسرے سے نہ آگے بڑھتا ہے اور نہ اس پر حکم چلاتا ہے، نہ ان میں سے کوئی پرزہ دوسرے پرزے پر تنقید کر کے، اس کے احساسات مجروح کر کے، اس کے عیوب کے درپے ہو کر اور اُس کی کمیوں کوتاہیوں کی ٹوہ میں رہ کر اس کے کام میں تعطّل پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور نہ اس طرح کی حوصلہ شکنی کر کے اسے سعی وطلب سے روکتا ہے، بلکہ ہر پرزہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ دوسرے کا تعاون کرتا ہے تاکہ ان پہیوں اور دندانوں کی حرکات رواں دواں رہیں اور اس طرح وہ مقصد پورا ہو جائے جس کے لیے ان پہیوں کو حرکت میں لایا گیا ہے، اسی طرح یہ تمام پرزے آپس کے مکمل اعتماد اور اتحادِ تام کے ساتھ اس منزل کی طرف رواں دواں ہیں جن کے لیے انہیں بنایا گیا ہے۔ اور اس طرح اگر ان میں سے کوئی بھی چیز ذرہ برابر بھی دخل اندازی یا زبردستی کرے تو فیکٹری کے نظام میں خلل آجائے گا، اس کا تانا بانا بکھر جائے گا اور اس کا مالک بالآخر اس کے تمام پرزوں کو اکھاڑ

Marfat.com

پچھاڑ کر اسے بنیاد ہی سے ختم کر دے گا۔

اسی طرح ہم بھی اے طلّابِ رسائل نور اور اے خدّام القرآن دوستو! ہم بھی ایک معنوی شخصیت کے جسم میں اعضاء واجزاء کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ معنوی شخصیت جو اس قابل ہے کہ اسے ''انسانِ کامل'' کہا جائے۔ اور ہم تمام اس فیکٹری کے پہیوں اور دندانوں کی طرح ہیں، وہ فیکٹری جو دائمی زندگی میں ابدی سعادت کا کپڑا تیار کرتی ہے۔ ہم اس ربانی کشتی کے مزدور اور خدمتگار ہیں جو امتِ محمدیہ کو امن وسلامتی کے ساحل یعنی جنت کی طرف لیے جا رہی ہے۔

بنابریں! اخلاص کے راز کو پا کر اتحاد اور مکمل باہمی اعتماد سے بہرہ ور ہونا ہماری ضرورت بلکہ مجبوری ہے جو چار افراد سے جنم لینے والی قوت کو ایک ہزار ایک سو گیارہ (۱۱۱۱) کے برابر معنوی قوت فراہم کر دیتا ہے۔ جی ہاں، اگر تین ''الف'' اکٹھے نہ ہوں تو ان کی قیمت صرف ''تین'' ہی رہتی ہے، لیکن جب یہ تین باہم متحد ہو جائیں تو نمبروں کے راز (mystery of numbers) کی رو سے یہ ایک سو گیارہ (۱۱۱) کی قیمت حاصل کر لیں گے۔ چار کے ہندسے کا بھی یہی حال ہے، یعنی اگر چار کے ہندسے کو چار دفعہ علیحدہ علیحدہ لکھا جائے تو ان کا مجموعہ سولہ (۱۶) ہوگا، لیکن جب یہ چاروں اخوت اور یک جہتی اور یک ہدفی کے راز کو پا لیں گے اور ایک سطر میں اکٹھے ہو جائیں گے، تو ان کی قیمت چار ہزار چار سو چوالیس (۴۴۴۴) ہو جائے گی۔ ایسے تاریخی واقعات وشواہد موجود ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ اخوت، اتحاد اور ایثار سے سرشار اخلاص کے راز سے آشنا صرف سولہ (۱۶) اشخاص کی معنوی قوت اور قیمت چار ہزار افراد سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

اس راز میں حکمت یہ کارفرما ہے کہ دس افراد جب باہم متحد اور متفق ہوں تو ان میں سے ہر فرد اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اپنے دوسرے بھائیوں کی آنکھوں سے دیکھ سکے اور ان

Marfat.com

کے کانوں سے سن سکے۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ہر فرد کی روحانی قوت و قیمت ایسی ہوتی ہے کہ گویا وہ بیس آنکھوں سے دیکھ رہا ہے، دس عقلوں کے ساتھ غور و فکر کر رہا ہے، بیس کانوں کے ساتھ سن رہا ہے اور بیس ہاتھوں سے کام کر رہا ہے۔(۱)

## تیسرا دستور:

یاد رکھو کہ تم سب کی طاقت اخلاص اور حق میں ہے۔

جی ہاں! حق اور اخلاص قوت کا سرچشمہ ہے، حتی کہ اہل باطل بھی اپنے باطل میں جب اخلاص اور عزم صمیم کا مظاہرہ کرتے ہیں تو قوت حاصل کر لیتے ہیں۔ جی ہاں! ایمان اور قرآن کی راہ میں ہماری خدمت خود اس بات کی دلیل ہے کہ بے شک قوت کا راز حق اور اخلاص میں ہے۔ خدمت کی اس راہ میں تھوڑا سا اخلاص بھی ہمارے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیے ایک بہت بڑی دلیل ہوگی؛ کیونکہ دین اور علوم شریعت کی راہ میں جو کام ہم نے اپنے شہر(۲) اور استانبول میں بیس سالوں سے زائد عرصے میں کیا ہے، یہاں(۳) تمہارے جلو میں اس سے سو گنا زیادہ کام آٹھ سالوں میں کیا ہے۔ یہ بات بھی معلوم رہے

(۱) جی ہاں، جس طرح یہ حقیقت ہے کہ مکمل اتحاد اور باہمی اعتماد جس کا تار و پود ''اخلاص'' ہو، ایسا اتحاد لامتناہی منافع اور فوائد کا محور بن جاتا ہے۔ اس طرح یہ اتحاد بہت سے خطرات و مخاوف حتی کہ موت کے سامنے بھی ایک بہت بڑی ڈھال اور مضبوط سہارا بن جاتا ہے؛ کیونکہ موت تو صرف ایک ہی روح قبض کرتی ہے، لیکن جو شخص آخرت کے متعلقہ امور اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی راہ میں خالص بھائی چارے کے راز کو سمجھتا ہوا اپنے بھائیوں کے ساتھ جڑ چکا ہو، وہ اتنی ہی روحوں کا حامل ہوتا ہے جتنے اس کے بھائی ہوں۔ یوں وہ موت کا استقبال خنداں پیشانی سے یہ کہتے ہوئے کرتا ہے: ''میری دوسری روحیں سلامت رہیں؛ خیر و عافیت سے رہیں، کیونکہ وہ میرے لیے ثواب کما کر میری روحانی زندگی کو باقی رکھیں گی، اس لیے میں مروں گا نہیں''۔ بنابریں، وہ پورے سکون اور اطمینان کے ساتھ روح قبض کرواتا ہے، اس طرح کہ وہ زبانِ حال سے کہہ رہا ہوتا ہے: ''میں ان روحوں کے طفیل ثواب کی حیثیت سے زندہ رہوں گا، موت مجھے صرف گناہ اور معصیت کی حیثیت سے آئے گی''، یعنی موت سے تو صرف میرے گناہ ہی مریں گے۔ (مؤلف)

(۲) اس سے مراد ''وان'' شہر ہے جو ترکی کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ (مترجم)۔

(۳) اس سے مراد ''بارلا'' گاؤں ہے۔ (مترجم)۔

Marfat.com

کہ وہ لوگ جو وہاں میرے معاون تھے ان کی تعداد یہاں پائے جانے والے معاونین سے سو بلکہ ہزار گنا زیادہ تھی۔ باوجود اس کے کہ میں یہاں اکیلا ہوں اجنبی اور گویا کہ آدھا ان پڑھ ہوں(۱)، پھر بے انصاف افسروں کی نگرانی، کڑے پہرے اور ان کی طرف سے اذیت اور ایذا رسانی کا شکار ہوں؛ ان سب کے باوجود ہماری یہاں خدمت نے صرف آٹھ سال کی مدت میں ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اتنی روحانی قوت سے بہرہ ور کر دیا ہے کہ جس سے ہم پہلے سے سو گنا زیادہ توفیق اور کامیابی سے ہمکنار ہو گئے ہیں، اس چیز کے پیش نظر میرا سینہ اس یقین سے معمور ہو چکا ہے کہ یہ توفیقِ الٰہی جس سے ہم نہال ہو رہے ہیں صرف تم بھائیوں کے غیر متزلزل اخلاص کی بدولت ہے۔

مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ تم لوگوں نے اپنے مکمل اخلاص کے ذریعے مجھے کسی حد تک ریاکاری سے بچائے رکھا ہے، ریاکاری جو کہ ایک جان لیوا بیماری ہے اور نام نمود کے پردے میں نفس انسانی کو بہلائے پھسلائے رکھتی ہے۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تم سب کو اخلاصِ کامل جیسی دولت سے بہرہ یاب رکھے اور یہ کہ تم مجھے بھی زور جبر سے اس میں اپنے ساتھ کیے رکھو۔

تم جانتے ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ تمہاری طرف متوجہ ہو چکے ہیں اور اپنی معجزانہ کرامات کے ذریعے تم پر لطف وکرم، اہتمام اور تسلی وتشفی کی نظر کر چکے ہیں اور روحانی طور پر تمہاری خدمات میں برکت ڈالتے ہیں۔ اس بارے میں تمہیں ہرگز کوئی شک نہیں ہونا چاہیے کہ یہ توجہ، التفات اور تسلی صرف تمہارے اخلاص کی وجہ سے ہے، اس لیے اگر تم نے اس اخلاص میں جان بوجھ کر کوئی خرابی پیدا کی تو تم ان کے طمانچوں کے مستحق ہو جاؤ گے۔ ''دسویں لمعے'' میں جو ''رأفت ورحمت کے طمانچے'' بیان

---

(۱) اس سے مراد یہ ہے کہ مؤلف کی لکھائی اچھی نہ تھی۔(مترجم)۔

Marfat.com

کیئے گئے ہیں انہیں ہمیشہ یاد رکھو۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ یہ دونوں فاضل شخصیات تمہارے روحانی معاون رہیں تو پھر اس اخلاص کو بدل و جان اپنا لو جو اس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے:﴿وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ﴾ (الحشر:۹)

مطلب یہ ہے کہ مراتب، مناصب، عزت حتی کہ من کو خوش باش کر دینے والے مادی فوائد میں بھی اپنے بھائیوں کو اپنی ذات پر مقدم رکھو۔ بلکہ ان فوائد اور منافع میں ان کو اپنی ذات پر مقدم رکھو جو بالکل خالص اور پاکیزہ ہیں، مثال کے طور پر دوسروں کو ایمان کے حقائق کی تعلیم دینا وغیرہ۔ پس حتی الامکان اس خواہش سے بچو کہ ایسے اچھے کام صرف تمہارے ہاتھوں سرانجام پائیں، بلکہ دوسروں کے ہاتھوں تکمیل پاتے دیکھ کر خوشی اور اطمینان کا اظہار کرو تاکہ تم میں خود بینی اور خود پسندی کا جذبہ پروان نہ چڑھ پائے۔

بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ تم میں سے کسی کے پیش نظر صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اکیلا ہی سارا ثواب اور کامیابی اپنی جھولی میں ڈال لے، اور اس ضمن میں وہ یہ کوشش کرتا ہے کہ ایمان کا کوئی اہم مسئلہ بذات خود اکیلا ہی بیان کرتا رہے۔ باوجود اس کے کہ ایسا کرنے میں نہ کوئی گناہ ہے نہ نقصان، لیکن اتنا ضرور ہے ایسی روش سے تمہارے درمیان پائی جانے والی اخلاص کی فضا مکدّر ہو سکتی ہے۔

چوتھا دستور:

اپنے بھائیوں کی خوبیوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فخر کریں اور ان خوبیوں کے بارے میں یہ تصور رکھا کریں کہ وہ تمہاری ہی ہیں اور تمہی میں پائی جاتی ہیں۔

اہلِ تصوف کے ہاں کئی اصطلاحات پائی جاتی ہیں، مثال کے طور پر **"فنا فی الشیخ"** اور **"فنا فی الرسول"** وغیرہ۔ میں صوفی نہیں ہوں لیکن یہ بات سمجھتا ہوں کہ

Marfat.com

**"فنا فی الأخوان"** یعنی بھائیوں کے لیے اپنی ہستی کو نیست کر دینا وہ خوبصورت دستور ہے جو ہمارے مسلک اور منہج کے ساتھ مکمل طور پر مناسبت رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر کوئی دوسرے میں فنا ہو جائے، یعنی ہر بھائی اپنے جذبات واحساسات بھول جائے اور فکری طور پر اپنے دوسرے بھائیوں کی خوبیوں اور ان کی خصوصیات کے تحت زندگی بسر کرے؛ کیونکہ ہمارے مسلک کی بنیاد ہی ''اخوت فی اللہ'' یعنی اللہ کی راہ میں بھائی چارہ ہے، اور وہ تعلق جو ہمیں آپس میں جوڑے ہوئے ہے وہ ''حقیقی اخوت'' سے عبارت ہے۔ ہمارا آپس کا تعلق باپ بیٹے یا پیر مرید والا نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ کسی ایسے رشتے کے اظہار کو ضروری خیال کرتے ہیں تو پھر صرف استادی شاگردی کا تعلق کہہ سکتے ہیں۔ ہمارا فقہی مسلک چونکہ **"خلیلیت"** یعنی دلی دوستی ہے، اس لیے ہمارا صوفی مشرب بھی ''دلی دوستی'' ہی ہے۔ اور دلی دوستی سچے دوست، قربانی دینے والے ساتھی اور طاقتور غیور بھائی کا تقاضا کرتی ہے...... اور اس دلی دوستی کی اوّلیں اساس ''مکمل اخلاص'' ہے۔ پس تم میں سے جو اس میں کمی کرے گا وہ دوستی کے بلند مینار سے گر جائے گا۔ اور ہو سکتا ہے وہ کسی گہری کھائی میں جا گرے؛ کیونکہ درمیان میں اٹکنے کی کوئی جگہ ہی نہیں ہے۔

جی ہاں! راستے دو ہی ہیں جو ہمیں ہمارے اس کامل اخلاص پر مبنی مسلک میں۔ جو کہ قرآن کریم کی خدمت کا عظیم راستہ ہے۔ جو ہمیں اس راہ میں چھوڑ کر ہم سے علیحدہ ہو گیا، وہ ہو سکتا ہے لاشعوری طور پر ان لوگوں میں شامل ہو جائے جو قرآن کے دشمن ہیں اور الحاد کی خدمت کر رہے ہیں۔ پس جو لوگ ''رسائل نور'' کی وساطت سے قرآن کریم کی مقدس خدمت کے میدان میں وارد ہو گئے ہیں انہیں نور، اخلاص اور ایمان کی قوت سے نوازا جائے گا۔ اس لیے وہ اللہ کے حکم سے اس جیسے کسی گڑھے میں نہیں گریں گے۔

Marfat.com

میرے خادم القرآن بھائیو!

کسب اخلاص کا سب سے اہم ذریعہ اور اس کی نگہبانی کا سب سے بڑا وسیلہ ''تصوّرِ موت''یعنی موت کا دھیان ہے۔لمبی امیدیں اگر اخلاص کے مضبوط قلعے میں دراڑ ڈال کر اسے برباد کر دیتی ہیں،اور لوگوں کو حب دنیا اور ریا کاری کا راستہ دکھاتی ہیں،تو ''موت کا دھیان'' ریا کاری سے نفرت دلاتا ہے،اور ریا کاری کی دلدل میں پھنسے ہوئے انسان کو نفس امارہ کی دسیسہ کاریوں سے بچا کر اسے اخلاص کا مالک بنا دیتا ہے؛اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آدمی اپنی موت کو ہر وقت یاد رکھتا ہے اور دنیا کے فنا و زوال کے منظر اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتا ہے۔اہلِ تصوف اور اہلِ حقیقت کے منہج میں سلوک کی منزلیں طے کرنے کے ضمن مین ''موت کا دھیان'' بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔صوفیاء کی اصطلاح میں اسے ''رابطۃ الموت'' یا ''مراقبۃ الموت'' (Contemplation of death) کہا جاتا ہے۔اور یہ چیز ان لوگوں نے ان آیات کریمہ سے حاصل کی ہے۔

۱۔ ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (آل عمران:۱۸۵)

۲۔ ﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ﴾ (الزمر:۳۰)

صوفیا کرام نے اس ''رابطہء موت'' کے ذریعے طولِ امل یعنی لمبی امید سے جنم لینے والے انسان کے اس وہم اور اس خواب کو زائل کیا ہے کہ وہ اس دنیا میں ہمیشہ کے لیے بیٹھ رہے گا اور موت سے ہمکنار نہیں ہوگا،اور وہ اس طرح کہ خیال اور تصور میں اس نے اپنے آپ کو مردہ فرض کیا..... اب اسے غسل دیا جا رہا ہے..... اور اب اُسے قبر میں رکھا جا رہا ہے..... اور وہ اس طرح سے غور و فکر کرتے ہیں تو نفس امارہ پر اس تخیل کا خاطر خواہ اثر پڑتا ہے،جس کی وجہ سے انسان دھیرے دھیرے اپنی لمبی چوڑی امیدوں سے دستکش ہو جاتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اس مراقبہء موت کے بہت زیادہ فوائد اور بے شمار منافع ہیں۔اس

Marfat.com

بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف اس کے لیے ہماری رہنمائی کرتی ہے، فرمان گرامی ہے:

**"أكثروا ذكر هاذم اللذات"** (۱)

''لذت کا قلع قمع کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو''

ہمارا مسلک چونکہ صوفیانہ طریقِ کار کی بجائے علمی حقائق کی روشنی میں چلنا ہے اس لیے ہم اپنے آپ کو براہِ راست اس فرضی یا خیالی ''رابطہ'' یا ''مراقبہ'' کے لیے مجبور نہیں سمجھتے ہیں۔ مزید یہ کہ یہ طریقِ کار ''منہجِ حقیقت'' کے ساتھ میل نہیں کھاتا ہے؛ کیونکہ عاقبت کے بارے میں فکر ونظر کا مطلب خیالی طور پر مستقبل کو حاضر میں کھینچ کر لے آنا نہیں، بلکہ اس کا مطلب فکری طور پر حاضر سے مستقبل کی طرف جانا اور حاضر موجود کے درمیان سے مستقبل کا ایسے مشاہدہ کرنا ہے جیسے کہ وہ حقیقت میں ہے۔ بنابریں، یہاں نہ تو خیال کی ضرورت ہے اور نہ یہ لازم ہے کہ صرف فرض کرلیا جائے، کیونکہ انسان کے لیے یہ ممکن ہے کہ اپنے اس جنازے کا مشاہدہ کرلے جو کہ اس کی چھوٹی سی عمر کے درخت پر لٹکا ہوا ایک پھل ہے، اور جب وہ اپنی نظر کو تھوڑا سا ادھر اُدھر دوڑائے گا تو اسے صرف اپنی ہی موت نظر نہیں آئے گی بلکہ اسے نظر آئے گا کہ اس کا دور مر رہا ہے، اور اگر نظر کو تھوڑا سا مزید آگے تک دوڑائے گا تو تمام دنیا کی موت اور تباہی و بربادی کا مشاہدہ کرلے گا۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں اس کے سامنے ''پورے اخلاص'' کا راستہ کھل جاتا ہے۔

کسبِ اخلاص کا دوسرا بڑا ذریعہ یہ ہے کہ انسان تحقیقی ایمان اور مخلوقات میں ایمان بھرے غور وفکر کی بدولت وارد ہونے والی تجلیات کے طفیل حضوری کی لذت سے بہرہ یاب

(۱) اكثروا ذكر هاذم اللذات يعنى الموت: مسند احمد اور ترمذی، ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ نسائی نے اسے ابوسلمہ اور ابو ہریرہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ دار قطنی نے پیچیدگی کی وجہ سے اسے معلول قرار دیا ہے۔ دیکھیں: ''تمییز الطیب لابن الدیبع الشیبانی'' (مترجم)۔

Marfat.com

ہو جائے، یہ غور و فکر اسے کشاں کشاں اس کے خالق تک لے جائے گا، اور یوں اس کے دل میں اطمینان اور سکون کی لہر دوڑا دے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی سوچ بچار میں جب اس قسم کے غور و فکر کی روشنی چمک اٹھے تو پھر وہ اس طرح سے سوچتا ہے کہ وہ اپنے ربّ رحیم کی حضوری میں اور اس کی نظر میں ہے، یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حاضر اور اس کی طرف دیکھنے والا ہے، اس لیے وہ اس کے علاوہ کسی طرف التفات نہیں کرتا ہے؛ کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ کسی اور کی طرف نظر و التفات سے آدابِ حضوری میں خلل آتا ہے۔ اور یوں انسان اس طریقے سے ریاکاری سے رہائی پا کر نجات پا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ''اخلاص'' جیسی نعمت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے۔

بہر حال اس غور و فکر کے بہت سے درجات اور متعدد مرتبے ہیں، اور اس میں ہر آدمی کا حصہ اس کی محنت اور لگن کے مطابق ہے، اور منافع بھی اس سے ہر شخص اپنی قابلیت اور صلاحیت کے حساب سے حاصل کرتا ہے۔

اخلاص کے باب میں ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں اور اخلاص کے حصول، اس کی نگہداشت اور ریاکاری سے نجات کے بارے میں ہم آپ سے ''رسائلِ نور'' کی طرف رجوع کے لیے کہتے ہیں، جہاں ہم نے ان حقائق پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔

اب ہم اختصار کے ساتھ ان بہت سے اسباب میں سے کچھ اسباب کا ذکر کرتے ہیں جو ''اخلاص'' میں خلل پیدا کرتے ہیں، اس کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اور اسے ریاکاری کے راستے پر ڈالتے ہیں۔

### اخلاص کی راہ میں پہلی رکاوٹ:

مادی فوائد سے جنم لینے والا حسد ہے۔ یہ حسد بتدریج اخلاص کا ستیاناس کر دیتا ہے

Marfat.com

بلکہ عمل کے نتائج کا بھی حلیہ بگاڑ دیتا ہے۔اور صرف یہی نہیں بلکہ ان مادی فوائد سے بھی محروم کر دیتا ہے جو اس کا سبب بنتے ہیں۔

جی ہاں! اس امت نے ان لوگوں کی قدر اور توقیر کی ہے جنہوں نے حقیقت اور آخرت کے لیے پوری سنجیدگی اور جانفشانی سے کام کیا ہے، اور ان کے لیے عملی طور پر دست تعاون دراز کیا ہے، اس نیت سے کہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سچے اعمال وخدمات میں ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائیں۔اس لیے امت نے ہمیشہ ایسے لوگوں کی حاجات وضروریات پوری کرنے کے لیے ان کی خدمت میں تحفے تحائف اور صدقات وخیرات پیش کیے ہیں تا کہ یہ لوگ فکرِ معاش سے بے پرواہو کر اپنی ان جلیل القدر خدمات کو کما حقہ، انجام دے سکیں۔اور یوں لوگوں نے اپنی اس ادا سے اس عزت واحترام کا اظہار کیا ہے جو ان کے دلوں میں فی سبیل اللہ کام کرنے والوں کے لیے پایا جاتا ہے۔البتہ اس ضمن میں یہ چیز ہمیشہ پیش نظر رہے کہ عوام کی طرف سے کیے جانے والے یہ مختلف قسم کے تعاون اور منافع کسی بھی صورت ان سے طلب نہ کیے جائیں، بلکہ ان کی طرف سے عطا ہو جائیں، یہاں تک کہ زبانِ حال سے بھی طلب نہ کیے جائیں، یعنی یہ کہ ایسی حالت بھی اختیار نہ کی جائے کہ جیسے دل میں اس کا انتظار ہو، بلکہ اس طرح سے مل جائیں کہ سان گمان میں بھی نہ ہو، وگرنہ انسان کا اخلاص خلل پذیر ہو کر درہم برہم ہو جائے گا اور قریب ہے کہ وہ قرآن کریم میں وارد اس نہیٔ الٰہی کی زد میں آجائے:

﴿وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ اور اس طرح اس کے اعمال کا معتد بہ حصہ اکارت جائے۔

پس دنیاوی منافع پر فریفتہ ہو کر رہ جانے والے نفس امارہ کے زیر اثر ان مادی فوائد میں رغبت رکھنا اور ان کے انتظار میں رہنا حسد والی رگ کو ابھارتا ہے، جس کی وجہ سے انسان

Marfat.com

اپنے بھائی اور خدمتِ ایمانی کی راہ میں اپنے مخلص ساتھی کے ساتھ برسرِ نزاع رہتا ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اخلاص کو بگاڑ لیتا ہے اور دعوت اِلی اللہ کے تقدس سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، اور ایسے طور طریقے پر چل نکلتا ہے جو اہلِ حقیقت کو اس سے متنفر کر دیتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس طرح وہ مادی فوائد سے بھی محروم ہو جاتا ہے..... بہرکیف مسئلہ لمبا اور گہرا ہے۔ اب میں اس راز کا ذکر کروں گا جو اخلاص میں اضافہ کرے گا اور میرے سچے بھائیوں کے درمیان سچی ہم آہنگی کو دوام بخشے گا۔ اس راز کو میں دو مثالوں کے ساتھ واضح کروں گا۔

## اخلاص کو دوام دینے والی پہلی مثال:

اربابِ دنیا نے وافر دولت اور شدید قوت حاصل کرنے کے لیے مالی اشتراک کا اصول اپنایا ہوا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ کچھ ایسے افراد، جماعتوں اور سیاستدانوں نے بھی اس اصول ضابطے کو اپنا رہنما بنایا ہوا ہے جن کی معاشرے میں کچھ اہمیت ہے۔ اور اس اصول کی پیروی کرنے کے نتیجے میں ان لوگوں نے ہولناک قوت اور بہت سے فوائد حاصل کیے ہیں، علی الرغم اس کے کہ اس اصول یا قاعدے میں نقصانات ہیں اور اس کا غلط استعمال بھی ہوتا ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ باہمی اشتراک سے اشتراک کی ماہیت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اگرچہ اس میں نقصانات کے پہلو موجود ہیں؛ کیونکہ اس قاعدے کی رو سے ہر شخص اپنے آپ کو مال میں شراکت، اس کی نگرانی اور انتظام وغیرہ کی وجہ سے تمام مال کا مالک سمجھتا ہے، حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ اس کے لیے تمام مال سے نفع حاصل کرنا ناممکن ہے..... بہرحال اگر اس قاعدے، ضابطے اور اصول کو آخرت کے اعمال پر لاگو کر لیا جائے تو یہ بغیر کسی برائی اور نقصان کے جلیل القدر منافع اور فوائد کا محور بن جائے گا؛ کیونکہ

Marfat.com

اس اخروی دولت میں راز یہ پایا جاتا ہے کہ اس میں جتنے بھی لوگ شریک ہیں یہ بغیر کسی کمی بیشی اور حصے بخرے کے سب کے حصے میں برابر آتی ہے، یعنی ہر شخص اس کا علیحدہ طور پر بھی مالک ہوتا ہے اور تمام لوگ اکٹھے بھی۔

اس مثال کو ہم یوں سمجھ سکتے ہیں:

تیل سے جلنے والی لالٹین کو روشن کرنے کے لیے پانچ آدمیوں نے باہم شراکت کی، ایک کی ذمہ داری یہ لگی کہ وہ تیل لائے، دوسرے کے ذمے بتی، تیسرے کے ذمے شیشہ لگا، چوتھے کی ذمہ داری یہ لگی کہ وہ لالٹین لائے اور پانچویں کی یہ کہ وہ دیا سلائی مہیا کرے۔ پھر جب انہوں نے لالٹین روشن کرلی تو ان میں سے ہر فرد اس مکمل لالٹین کا مالک تھا۔ اس وقت ان شراکت کاروں کے پاس اگر دیوار پر لٹکا ہوا بڑا سا آئینہ ہو تو کمرے میں موجود دوسرے سازوسامان کے ساتھ ساتھ بغیر کسی کمی کوتاہی کے اور بغیر تقسیم ہوئے مکمل لالٹین اس آئینے میں منعکس ہو جائے گی۔

اخروی امور کے بارے میں اخلاص کے راز کو پا کر اشتراک عمل، باہمی اعتماد کے راز کو سمجھ کر بھائی چارے اور اتفاق و اتحاد کے راز کا ادراک کر کے انفرادی کوششوں کو یکجا کرنے کی مثال بھی ایسے ہی ہے، کیونکہ اس طرح تمام حصہ دار اور حصہ داروں کے تمام اعمال اور ان اعمال سے پیدا ہونے والا تمام نور ہر فرد کے اعمال نامے میں شامل ہو جاتا ہے۔ اہل حقیقت کے ہاں یہ معاملہ ایک ثابت شدہ حقیقت اور امر واقعہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور اس کے بے پایاں کرم کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اس لیے میرے بھائیو!

مجھے یہ تو امید ہے کہ مادی منافع تمہیں آپس کے حسد میں مبتلا نہیں کر سکیں گے، ہاں اس بات کا خدشہ البتہ ہے کہ تم کہیں اخروی منافع سے دھوکہ نہ کھاؤ جیسے کہ سلسلہ ہائے

Marfat.com

تصوف میں سے کچھ لوگوں نے کھایا ہے۔لیکن یہ بات ہمیشہ یادرکھو کہ مذکورہ مثال میں ذکر کیا گیا وہ عظیم ثواب جو اعمال میں اشتراک کے افق سے ابھرا ہے، اس کے سامنے یہ شخصی اور جزوی ثواب کیا اہمیت رکھتا ہے؟اور اس درخشاں نور کے سامنے اس جزوی نور کی کیا حیثیت ہے؟

## اخلاص کے دوام کے لیے دوسری مثال:

اہل صنعت وحرفت ''صنعت اور مہارت میں اشتراک'' کے اصول پر عمل پیرا ہوکر وافر پیداوار اور بہت زیادہ دولت وثروت حاصل کرتے ہیں، اسے مثال سے سمجھو:

کپڑے سینے کی سوئیاں بنانے والے دس ہنرمندوں نے انفرادی طور پر سوئیاں بنانے کا کام کیا تو نتیجے کے طور پر پورے دن میں ہر شخص نے صرف تین تین سوئیاں تیار کیں...... پھران لوگوں نے ''مشترکہ کوشش اور تقسیم کار'' کے قاعدے کے مطابق اکٹھے ہو کر کام کیا، مثال کے طور پر ایک ان میں سے لوہا لایا، دوسرے نے آگ کا انتظام کیا، تیسرے نے ان میں سوراخ نکالنے کی ذمہ داری لی، چوتھے نے انہیں آگ میں تپانے کا کام سنبھالا، اور پانچویں نے ان کی نوکیں باریک کیں، اور یوں، ہر ایک نے اپنے حصے کا کام بغیر وقت ضائع کیے سرعت کے ساتھ انجام دے دیا؛ کیونکہ اوّل تو یہ جزوی اور سادہ سا کام تھا، اور دوسرے یہ کہ اسے اپنے حصے کے اس کام میں دسترس اور مہارت حاصل ہوگئی تھی۔ پھر جب انہوں نے اپنی کوششوں سے حاصل ہونے والی پیداوار کو تقسیم کیا تو ہر ایک کے حصے میں یومیہ تین سوئیوں کی بجائے تین سو سوئیاں آئیں۔ اس کے بعد یہ واقعہ ''مشترکہ کوشش اور تقسیمِ عمل'' کے قاعدے پر عمل کرنے والوں کے لیے ایک گیت کا روپ دھار گیا جسے وہ اشتراکی عمل میں ہمت افزائی کے لیے گنگناتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

سوائے میرے بھائیو! اتفاق واتحاد کے نتیجے میں ان جیسے عظیم الشان فوائد جب دنیاوی اموراور کثیر مادی معاملات میں حاصل ہوتے ہیں تو آخرت کے نورانی ثواب کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟اور یہ سوچو کہ جماعتی طور پر کیے ان اعمال کا ثواب کتنا زیادہ ہوگا جس کا عکس اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت کے ہر فرد کے آئینے میں انفرادی طور پرنظر آرہا ہے! جی ہاں، وہ اعمال جنہیں تقسیم کرنے اور اجزاء کی صورت میں ہر فرد میں بانٹنے کی ضرورت نہیں ہے! تمہیں اس عظیم نفع کی قدر کرنی چاہیے...... حسد اور عدمِ اخلاص کی وجہ سے اسے ہاتھ سے نہیں گنوانا چاہیے۔

## اخلاص کی راہ میں دوسری رکاوٹ:

نفس امارہ کی ہر خواہش پوری کرنا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ نفس امارہ کی انانیت جب انسان میں ایسے مقام ومرتبے کی خواہش کو گدگدائے جو لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن جائے، اور جاہ ومرتبے کی تمنا اور محبت کے زیر اثر شہرت اور ناموری سے مغلوب ہونے کی وجہ سے نہاں خانہ ءدل میں لوگوں میں مقبولیت اور ان کی توجہ کے حصول کی خواہش انگڑائیاں لے، اور انسان نفس کی ایسی خواہشوں کو پورا کرنے کی تگ و دو میں لگ جائے، تو یہ چیز اخلاص کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے...... تو جس طرح یہ چیز ایک خطرناک روحانی بیماری ہے اسی طرح یہ چیز ''شرکِ خفی'' یعنی ریاکاری، خودبینی اور خودپسندی کی طرف کھلنے والا دروازہ ہے جس میں داخل ہو کر انسان اخلاص کا ستیاناس کر بیٹھتا ہے۔

میرے بھائیو! جب بات یہ ہے کہ خدمت قرآن کے سلسلے میں ہمارے مسلک کی بنیاد حقیقت اور اخوت پر ہے، اور یہ کہ اخوت کا راز یہ ہے کہ فرد اپنی شخصیت اپنے بھائیوں کی شخصیت میں فنا کر دے (۱) اور انہیں اپنی ذات پر ترجیح دے، تو پھر حبِ جاہ سے جنم لینے

---

(۱) جی ہاں، بے شک سعادت مند شخص وہ ہے جو اپنی شخصیت کو بیخ دے اور اپنی انانیت کو- جو کہ برف کے ایک ٹکڑے کی طرح ہے- قرآن کریم کے حوض کوثر سے مترشح ہونے والے عظیم لذت بھرے حوض میں پگھلا دے، تا کہ وہ اس حوض سے بہرہ ور ہو سکے۔ مؤلف۔

Marfat.com

والے اس طرح کے حسد کو ہم پر اثر انداز نہیں ہونا چاہیے؛ کیونکہ یہ کلی طور پر ہمارے مسلک کے خلاف ہے، اور جب تک ہم تمام بھائیوں کی عزت وتکریم جماعت کے ہر فرد کی طرف لوٹتی ہے، اس وقت تک اس جزوی شہرت، حسد اور انانیت سے جنم لینے والی شخصی عزت کی خاطر اس اعلیٰ مرتبے، بلند قدری، اور جماعت کے بلند روحانی عز وشرف کو قربان نہیں کیا جا سکتا ہے۔ میں اس بھروسے اور امید سے بھرپور ہوں کہ یہ چیز ''طلاب نور'' سے بہت دور ہے۔

جی ہاں، نوری طلبہ کی عقلیں اور روحیں ایسے پست امور میں مبتلا نہیں ہو سکتیں ہیں۔ لیکن دقت یہ ہے کہ نفسِ امارہ ہر آدمی میں موجود ہے جو کہ اسے برائی پر اکساتا رہتا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں میں کچھ نفسیاتی امور اور میلانات ابھر کر اعصاب کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں اور عقل وقلب وروح کے علی الرغم من مانے احکام جاری کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن ان اثرات پر اعتماد کرتے ہوئے جو ''رسائلِ نور'' نے تم پر چھوڑے ہیں، میں تمہاری عقلوں، دلوں اور روحوں کے بارے میں بدگماں نہیں ہو سکتا ہوں۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ نفس، ہوائے نفس، حِس اور وہم چونکہ کبھی دھوکہ کھا جاتے ہیں، اس لیے تمہیں بیدار اور خبردار رکھنے میں کبھی شدت اور سختی سے کام لیا جاتا ہے، لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ اس شدت کا نشانہ نفس، ہوائے نفس، حِس اور وہم ہوتے ہیں، اس لیے ہمیشہ چوکنے رہا کرو۔

ہاں، اگر ہمارا مسلک کوئی صوفیانہ طریقت یا مشیخت ہوتا تو پھر ایک ہی مقام ہوتا، یا اگر ایک سے زیادہ ہوتے تو محدود تعداد میں ہوتے، اور اس مقام کے لیے بہت سے امیدوار ہوتے، تب یہ ممکن تھا کہ دلوں میں انانیت اور حسد ورشک کی لہر پیدا ہو جائے، لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے اور ہمارا مسلک صرف ''اخوت'' ہے، اس لیے کوئی بھائی دوسرے بھائی کا والد ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے لیے پیر ومرشد کے بھیس میں سامنے آتا ہے۔ کہنا یہ ہے کہ اخوت اور بھائی چارے کا میدان بہت کشادہ اور وسیع ہے، اتنا وسیع کہ

Marfat.com

اس میں کسی قسم کی کھینچا تانی یا رشک وحسد کی گنجائش ہی نہیں ہے۔اور یہ دعویٰ کہ وہ مسالک و مذاہب جن میں والد، مرشد، یا استاد کے مقام پر فائز ہو جانے کو ہی سب کچھ سمجھ لیا گیا ہے، ان مسالک و مذاہب میں ثواب کے لالچ اور بلند ہمتی کے حصول کی خواہش کی وجہ سے حسد اور مقابلہ بازی کی فضا پیدا ہو جاتی ہے جس کے نتائج بہت برے ہیں۔ میں کہتا ہوں اس بات کی سب سے بڑی دلیل وہ جھگڑے اور اختلافات ہیں جو صوفیانہ سلسلوں کے مابین برپا ہیں، علی الرغم اس کے کہ ان لوگوں کے کمالات وفضائل کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے اور ان جھگڑوں کے ایسے خطرناک نتائج برآمد ہوئے ہیں کہ اب ان لوگوں کی بلند ہمتیاں بھی بدعتوں کی آندھیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں۔

## خلوص کی راہ میں تیسری رکاوٹ:

خلوص کی راہ میں تیسری رکاوٹ خوف اور لالچ ہے۔اس کی تفصیلات کی آگاہی کے لیے ہم اس مضمون کے مطالعے کی سفارش کرتے ہیں جو ہم نے ''چھ حملے'' کے عنوان سے لکھا ہے۔(۱)

وہاں ہم نے دوسری رکاوٹوں کے ساتھ اس رکاوٹ کے بارے میں بھی کافی وضاحت سے لکھا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے تمام اسمائے حسنیٰ کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اخلاص کامل سے مزین ہو جائیں۔

اے اللہ! سورۃ الاخلاص کے طفیل ہمیں اپنے مخلص ترین بندے بنا دے۔ آمین ......آمین

**(سُبۡحَانَکَ لَا عِلۡمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا إِنَّکَ أَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ)**

(۱) یہ مکتوب نمبر 29 کی چھٹی قسم ہے، جس میں قرآن کے طالب علموں کو شیطان کی چھ قسم کی دسیسہ کاریوں سے خبردار کیا گیا ہے۔ مترجم

Marfat.com

# نفسِ امّارہ سے متعلق ایک لطیف مسئلہ

آیت کریمہ ہے: ﴿إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ م بِالسُّوْءِ﴾ (۱)

اور حدیث شریف ہے: "أعدَى عَدُوِّکَ نَفسُکَ التي بَينَ جَنبَيکَ"

''تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے''

یہ آیت کریمہ اور حدیث شریف بے شمار گہرے نکتوں پر مشتمل ہیں، ان میں سے ایک نکتے پر یہاں روشنی ڈالی جاتی ہے۔ جی ہاں! وہ آدمی جو برائیوں پر اکسانے والے اپنے غیر تربیت یافتہ ''من'' سے پیار کرتا اور اس پر دل و جان سے فدا رہتا ہے وہ درحقیقت اپنی ذات کے علاوہ کسی سے محبت کر ہی نہیں سکتا ہے، اور اگر وہ کسی سے محبت کرے گا تو دل کی گہرائی سے نہیں کرے گا۔ بلکہ بسا اوقات کسی دوسرے کے ساتھ اس لیے محبت کرے گا کہ اس میں اس کا اپنا فائدہ ہے۔ اور کبھی اس لیے کہ اسے اس شخص سے کسی دنیاوی فائدے کے حصول کی توقع ہے۔ اس چیز کے پیش نظر وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہے کہ اپنے آپ کو لوگوں کا محبوب بنا سکے اور ان کی توجہات کا مرکز بن جائے۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو ہر کمی کوتاہی سے بالاتر سمجھتا ہے اور اپنے سر کوئی غلطی نہیں آنے دیتا ہے، بلکہ ایک مخلص وکیل کی طرح اپنا دفاع کرتا ہے اور اپنی تعریف اور پاکیاں بیان کرنے میں زمین آسمان کے قلابے ملاتا ہے، اور خود کو ہر عیب سے منزّہ ثابت کرنے کے لیے شیخی بگھارتا اور مبالغہ آرائی سے کام لیتا ہے۔ اپنی پاکدامنی کی حکایت کو اس قدر طول دیتا ہے کہ اس کے ڈانڈے تقدیس سے جا ملتے ہیں، بلکہ اس معاملے میں یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ وہی بن جاتا ہے'' جو اپنی

(یوسف: ۵۳) ''بے شک انسانی نفس برائی پر بہت زیادہ اکسانے والا ہے''

Marfat.com

خواہشات کو دیوتا بنا کر اس کی پرستش کرتا ہے''، ﴿مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ﴾ (الفرقان:۴۳)۔ اس مقام پر پہنچ کر وہ اپنے درجے کے مطابق اس آیت کریمہ کے پے در پے تھپیڑوں کی زد میں آجاتا ہے، جس کے نتیجے میں حالات بالکل الٹ ہو جاتے ہیں، اب وہ اپنے منہ میاں مٹھو بنتا ہے، لیکن لوگ اس سے منہ پھیرتے ہیں، وہ خود کو لوگوں کا محبوب بنانے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس کے ساتھ سرد مہری کا مظاہرہ کرتے ہیں، مطلب یہ کہ اس کی امیدوں کے برعکس سارا منظر ہی الٹ ہو جاتا ہے۔ یہ تو ایک رخ ہے۔ اور اس شامت کا دوسرا رخ یہ ہے کہ وہ اپنے اخروی اعمال میں تصنع اور ریا کاری کی ملاوٹ کرنے کی وجہ سے اخلاص سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ نتیجتاً وہ جذبات سے مغلوب اور اپنی ان خواہشات وشہوات واحساسات کے سامنے مجبور ولاچار ہو جاتا ہے۔ جو انجام سے بے بصر، نتائج سے بے فکر اور وقتی لذات پر فریفتہ ہیں۔ بلکہ بسا اوقات اس کی غلط رخی اور بے لگام خواہشیں اس کے لیے ایسے امور کا جواز پیدا کر دیتی ہیں جن کا وہ ایک ساعت کی لذت اندوزی کے لیے ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور نتیجتاً پورا ایک سال جیل میں گزارتا ہے، بلکہ کبھی زیادہ سے زیادہ ایک منٹ کے غرور وتکبر سے مغلوب ہو کر اپنی روح میں لگی ہوئی انتقام کی آگ بجھا کر اسے تسکین دینے کے لیے عدل کی رو سے دس سال سزا کی سختیاں جھیلے گا۔ اس کی مثال بالکل اس ناسمجھ بچے کی سی ہوگی جسے قرآن پاک کے اس ایک سپارے کی قیمت کا اندازہ نہیں ہوتا جس کی وہ تلاوت کرتا ہے اور جسے سبقاً پڑھتا ہے، چنانچہ وہ اسے ایک معمولی بے قیمت ٹافی کے بدلے میں بیچ دیتا ہے؛ کیونکہ ایسا آدمی اپنی ہیرے جیسی قیمتی نیکیوں کو ایسی چیزوں کے عوض لٹا دیتا ہے جو بے وقعتی میں شیشے کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں سے بھی کم ہیں۔ یہ ہیں اس آدمی کے احساسات، خواہشات اور جذبات، اور یہ ہے اس کی خود فریبی، جس کے نتیجے میں وہ اس چیز سے بے پناہ نقصان اٹھا لیتا ہے جس سے اسے بہت

Marfat.com

زیادہ منافعہ حاصل کرنا چاہیے تھا۔

اے اللہ! ہمیں نفس، شیطان، جنّوں اور انسانوں کے شر سے محفوظ رکھ۔ آمین

## سوال: ہم بے کاری و بے عملی کے زندان میں کیوں گر گئے ہیں؟

جواب: بے شک زندگی حرکت اور فعالیت کا نام ہے، شوق اس کا گھوڑا ہے اور ہمت اس گھوڑے کی شہ سوار ہے۔ تو جب تمہاری ہمت شوق کے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر معرکہء حیات میں مبارزت کے لیے اترتی ہے تو سب سے پہلے جو چیز اس کے لئے سدِّ راہ بنتی ہے وہ ہے ''نا امیدی''، اور یہ ایسا شدید ترین دشمن ہے جو کہ ہمت و حوصلے کی قوت کو پارہ پارہ کر دیتا ہے..... پس تمہارے لیے لازم ہے کہ تم اسے آیت کریمہ: ﴿**لَا تَقْنَطُوْا**﴾ کی ضرب کاری سے مار دو۔

پھر ''میلان تفوق'' اپنا حملہ کرتا ہے۔ جو کہ انسان کی سرشت میں گُندھا ہوا ہے اور جو کہ مزاحمت اور کھنچا تانی کے زیر اثر حق کی خالص خدمت پر زبردستی حکمرانی کا ارادہ رکھتا ہے چنانچہ وہ ہمت کے سر پر پے در پے ضربیں لگا کر اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیتا ہے..... پس تمہارے لئے لازم ہے کہ تم اس گھوڑے کی طرف ﴿**کُوْنُوْا ..... لِلّٰہِ**﴾ کی حقیقت ارسال کر دو۔

پھر ''جلد بازی'' میدان میں اترتی ہے اور ہمت کے پاوں پھسلا کر اسباب و مسببات کی ترتیب دینے والے نقوش پا کی الانگ فلانگ کے ذریعے اسے الٹے پاؤں واپس کر دیتی ہے اور یوں علل کے مراحل کو پراگندہ و پریشان کر دیتی ہے۔ پس تمہارے لئے لازم ہے کہ تم اس سے بچنے کے لئے آیت کریمہ ﴿**اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا**﴾ کی محفوظ خندق کی حفاظت میں آجاؤ۔

Marfat.com

پھراس سے استبداد بھری ''شخصی رائے'' اور انفرادی تفکیر دو چار ہوتی ہے جو کہ انسان کے تمام اعمال کو تتر بتر کر دیتی ہے، علی الرغم اس کے کہ انسان کو فطری طور پر دوسروں کے حقوق کے ضمن میں اپنے حقوق کی نگہداشت کا مکلّف کیا گیا ہے..... پس تمہارے لئے لازم ہے کہ تم اس حدیث شریف میں پائی جانے والی فلک بوس حقیقت کے ساتھ اس کا راستہ روکو: خَيْرُ النَّاسِ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ.

پھر ایک اور دشمن میدان کارزار میں نکلتا ہے اور وہ ہے ''تقلیدی کسل مندی'' اور وہ سست رو اور درماندہ لوگوں کو تقلید کا خوگر بنانے کے لئے سنہری موقع پالیتا ہے اور اس طرح ہمت کی کمر توڑ دیتا ہے..... پس تم پر لازم ہے کہ اسے اس آیت کریمہ میں پائی جانے والی حکمت بھری سربلند حقیقت کے ساتھ چیلنج کرو: ﴿لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ تاکہ دشمن کا ہاتھ دامن ہمت تک نہ پہنچ پائے۔

پھر ایک غدار دشمن نمایاں ہوتا ہے اور وہ ہے ''تفویض'' یعنی دوسروں پر بھروسہ کر کے بیٹھے رہنا جو کہ عجز اور اعتماد بہ نفس کے فقدان سے جنم لیتا ہے اور ہمت کا ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھا دیتا ہے..... پس تم پر لازم ہے کہ اس آیت کریمہ میں پائے جانے والے راز کی اقتداء کرو ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ صرف اللہ پر توکل کسی اور پر نہیں، پس توکل علی اللہ کو ہمت کیلئے قلعہ بنالو۔

پھر ایک ملحد دشمن میدان میں اترتا ہے اور وہ ہے ''اللہ کے سپرد کیے گئے معاملے میں دخل اندازی'' یہ دخل اندازی ہمت کے چہرے پر زوردار ضربیں اور درد رساں طمانچوں کی بوچھاڑ کر کے اسے اندھا کر دیتی ہے..... پس تم پر لازم ہے کہ ہمیشہ اس پر انتھک کوشش کرنے والی اور کامیاب ہونے والی حقیقت کو مسلط کر دو، اور وہ ہے آیت کریمہ:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ﴾ تاکہ یہ اسے وہیں روک دے اور آگے نہ بڑھنے دے

Marfat.com

؛ کیونکہ غلام اپنے آقا کے حکم کے برخلاف نہیں جا سکتا ہے۔

اور اخیر میں ''راحت و رامش'' کی محبت آتی ہے جو کہ اُمُّ المَصَائب اور مرجع رذائل ہے، پس وہ ہمتِ کریمہ کو اپنی زنجیروں اور طوقوں میں جکڑ کر اسے پستی اور کمینگی کی کھائی میں گرادیتی ہے..... پس تم پر لازم ہے کہ اس خون ریز جادوگر کے مقابلے میں آیت کریمہ ﴿وَاَنْ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ میں پائے جانے والے مجاہد سورمے کو بھیج دو۔

[یہ حقیقت ہے کہ تمہارے لئے جدوجہد اور مشقت برداشت کرنے میں راحت کبریٰ موجود ہے، اور جو حساس فطرت کا مالک ہے اسے حقیقی راحت سعی و عمل میں ہی ملتی ہے]۔

☆☆☆

Marfat.com

## بائیسواں مکتوب

# اخوّت

(یہ مکتوب دو مباحث پر مشتمل ہے، پہلے مبحث میں اہلِ ایمان کو
اخوت اور محبت کی دعوت دی گئی ہے۔)۔

Marfat.com

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

# المبحث الأول:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ (۱)

﴿إدفَع بِالَّتِي هِيَ أحسَنُ فَإذَا الَّذِي بَينَكَ وَبَينَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ (۲)

﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ. وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (۳)

وہ چیز جو اہلِ ایمان کے مابین نفاق وشقاق اور ناچاقی و نااتفاقی کی صورت میں ضد، حسد، اور آپس کی دوریوں کا سبب بنتی ہے، اور وہ چیز جو ان کے سینوں میں بغض، کینے اور دشمنی کو ہوا دیتی ہے، وہ چیز بنیادی طور پر قابلِ نفرت اور ناقابلِ قبول ہے، اسے حقیقت قبول نہیں کرتی، اسے حکمت قبول نہیں کرتی اور اسے وہ اسلام بھی کسی صورت قبول نہیں کرتا جو کہ اعلیٰ انسانیت کی روح ہے۔ حقیقت، حکمت اور اسلام ان چیزوں کو جنم دینے والے اسباب کو ہی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مزید یہ کہ دشمنی وہ ظلم ہے جو انسان کی انفرادی، اجتماعی اور روحانی زندگی کا ستیاناس کر دیتا ہے، بلکہ یہ چیز انسانی زندگی کے تمام گوشوں کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس حقیقت کے بہت سے پہلو ہیں، اور ہم ان میں سے صرف چھ پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔

---

(۱) (الحجرات: ۱۰) ''مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو''

(۲) (فصلت: ۳۴) ''تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے''

(۳) (آل عمران: ۱۳۴) ''جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں، ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں''

Marfat.com

پہلا پہلو:

حقیقت کی نگاہ میں برسرِ عداوت رہنا سراپا ظلم ہے۔

ارے اپنے مومن بھائی کے لیے اپنے سینے کو کینے، حسد اور دشمنی کے جذبات سے پُر رکھنے والے! ارے بے انصاف! فرض کرو کہ تم ایک کشتی میں یا ایک گھر میں ہو اور تمہارے ساتھ نو شخص بے قصور اور ایک مجرم ہے، اچانک تم دیکھتے ہو کہ ایک آدمی کشتی کو ڈبونے یا اس گھر کو گرانے کی کوشش میں ہے، تو لامحالہ تم ایسے حالات میں پوری قوت کے ساتھ چلاّ چلاّ کر اُس قبیح ظلم کے خلاف احتجاج کرو گے جس کا ارتکاب وہ شخص کر رہا ہے؛ کیونکہ تم یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہو کہ ایسے میں کوئی بھی ایسا قانون نہیں ہے جو کسی ایسی کشتی کو ڈبونے کی اجازت دیتا ہو جس میں کچھ مجرم بیٹھے ہوئے ہوں جب تک کہ اس میں ایک بے قصور شخص بھی موجود ہو۔

تو جس طرح ایسی کشتی کو ڈبونا بدترین ظلم اور ذلیل ترین غداری ہے، اسی طرح اگر تمہارے دل میں کسی مومن کے بارے میں دشمنی اور کینہ پل رہا ہو تو یہ چیز تمہیں لازماً اس بات پر بھڑکائے گی کہ تم اس کے وجود کی کشتی کو غرق کر دو یا اس کے جسم کی عمارت کو نذرِ آتش کر دو۔ اور یہ چیز بدترین ظلم اور ذلیل ترین غداری ہے۔

حالانکہ یہ مومن بھی ایک ربّانی عمارت اور الٰہی کشتی ہے، یعنی اس کی تخلیق کا شاہکار ہے اور تم صرف اس کی ایک ایسی بری عادت کی وجہ سے اسے تباہ نہیں کر سکتے جو تمہیں ناپسند ہے یا تمہیں تکلیف دیتی ہے، جبکہ اس میں ایمان، اسلام اور تمہاری اچھی ہمسائیگی وغیرہ جیسی نو دیگر اچھی صفات پائی جاتی ہیں۔

Marfat.com

دوسرا پہلو:

عداوت اور نفرت حکمت کی رو سے سراسر ظلم ہے؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ عداوت اور محبت ایک دوسرے کی ضد ہیں، یہ دونوں تو گویا اندھیرے اور روشنی کی طرح ہیں جو حقیقی معنوں میں کبھی بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ جب محبت کے اسباب اکٹھے ہو جائیں اور پھر وہ دل میں اپنی بنیادیں مضبوطی کے ساتھ استوار کر لیں، تو عداوت کی نہ صرف یہ کہ ایک ظاہری صورت ہی رہ جائے گی، بلکہ وہ شفقت اور مہربانی کی شکل اختیار کر لے گی؛ کیونکہ مومن اپنے بھائی کے ساتھ پیار کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ پیار محبت رکھنا اس کے لیے ضروری بھی ہے۔ اس لیے اُس کی طرف سے صادر ہونے والی کسی بھی معیوب حرکت سے اُسے دکھ ہوتا ہے اور وہ پوری سنجیدگی، شفقت، نرمی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔ اس ضمن میں اسے طاقت کا استعمال کرنے یا بزور بازو حکم چلانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

**"لا یَحِلُّ لِمُسلم ان یهجُرَ أخاه فوقَ ثلاث لَیال یَلتقیانِ فیُعرِضُ هذا ویُعرِضُ هذا وخَیرُهما الذی یَبدءُ بِالسّلام"**(۱)

"کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ رکھے، اس طرح کہ جب وہ ایک دوسرے کے سامنے آئیں تو یہ اپنا منہ ادھر پھیر لے اور وہ ادھر، اور ان دونوں میں سے زیادہ اچھا وہ ہے جو پہلے سلام کہہ دے"۔

لیکن جب بُغض وعداوت کے اسباب غالب آجائیں اور دل میں گھر کر جائیں تو ایسی حالت میں محبت بناوٹ، تصنّع اور خوشامد کا لبادہ اوڑھ کر صرف ظاہری شکل میں باقی رہ جاتی ہے۔

(۱) صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۳۳۹، صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۵۶۰، عن ابی ایوب الانصاری۔

Marfat.com

اس لیے اے بے انصاف انسان! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ایک مومن آدمی کا اپنے بھائی کے لیے بغض وعداوت کے جذبات سے بھرے رہنا بدترین ظلم ہے۔ اگر تم چھوٹی چھوٹی معمولی کنکریوں کو تعظیم دو اور یہ کہو کہ یہ کنکریاں کعبہ شریف سے زیادہ بلند مرتبہ اور جبلِ اُحد سے زیادہ عظمت کی حامل ہیں، تو تم بلاشبہ ایک شرمناک قسم کی حماقت کا مظاہرہ کرو گے۔ اِسی طرح یہ چیز بھی اِسی طرح کی حماقت ہوگی کہ آپ اپنے مومن بھائی کی چھوٹی موٹی غلطیوں اور معمولی کوتاہیوں کو ___ جو کہ چھوٹی چھوٹی کنکریوں کی طرح ہیں ___ اتنا بڑا سمجھنا شروع کر دیں کہ اُنہیں اُس ایمان پر ترجیح دے دیں کہ جس کا مقام کعبہ کی طرح بلند ہے، اور پھر اُنہیں اُس اسلام پر بھی ترجیح دے دیں کہ جس کی عظمت اُحد پہاڑ کی طرح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارا اپنے بھائی کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو نظر انداز کرنے کی بجائے اُنہیں اِس طرح نمایاں کرنا کہ اُن کے سامنے اُس کی وہ باقی تمام خوبصورت اسلامی صفات ماند پڑ جائیں جن سے وہ مزیّن ہے۔ تمہارا یہ رویہ یقیناً ایسا بڑا ظلم، بے انصافی اور بے وقوفی ہے کہ جس کا احساس ہر اس آدمی کو ہو جاتا ہے جس کے پاس تھوڑی سی بھی عقل ہے۔

جی ہاں! بے شک ایمان کی توحید حتمی طور پر اس چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ اس عقیدے کو ماننے والے تمام لوگوں کے دل ایک دل کی صورت اختیار کر جائیں۔ عقیدے کی یہ وحدت اور یکسانیت پورے معاشرے کی وحدت کا تقاضا کرتی ہے جس کا انکار ممکن نہیں ہے۔

آپ اُس آدمی کے ساتھ ایک قسم کے رابطے کا شعور رکھتے ہیں جو آپ کے ساتھ ایک بٹالین میں رہ رہا ہے، اور اس آدمی کے ساتھ دوستی کے تعلق کا شعور بھی رکھتے ہیں اگر آپ دونوں ایک کپتان کے ماتحت کام کر رہے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ اخوت اور بھائی چارے کے تعلق کا شعور بھی رکھتے ہیں اگر آپ دونوں ایک ہی شہر میں رہ رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے ___ اور واقعتاً ایسا ہی ہے ___ تو ایمان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو تمہیں وہ نور اور وہ

Marfat.com

شعور عطا کرتا ہے جس کی وجہ سے وحدت کے بہت سے تعلقات، اتفاق واتحاد کے متعدد رابطے اور اخوت و بھائی چارے کے اتنے وافر رشتے سامنے آتے ہیں کہ جن کی تعداد اسمائے حسنیٰ کی تعداد کے برابر جا پہنچتی ہے؟ مثال کے طور پر یہ ایمان تمہیں یہ راہنمائی دیتا ہے کہ:

تمہارا خالق ایک ہے، تمہارا مالک ایک ہے، تمہارا معبود ایک ہے، تمہارا رازق ایک ہے...... اور اس طرح ایک ایک کر کے یہ چیزیں ہزار تک پہنچ جاتی ہیں جو تم دونوں میں مشترک ہیں۔ پھر تم دونوں کا نبی ایک ہے، تمہارا دین ایک ہے، تمہارا قبلہ ایک ہے...... اور اس طرح ایک ایک کر کے یہ چیزیں سو تک پہنچ جاتی ہیں جو تم دونوں میں مشترک ہیں۔ پھر یہ کہ تم دونوں ایک گاؤں میں، ایک حکومت کے زیر سایہ ایک ہی ملک میں زندگی گزار رہے ہو...... اور اس طرح ایک ایک کر کے یہ چیزیں دس تک پہنچ جاتی ہیں جو آپ دونوں میں مشترک ہیں۔

تو اگر اس مقدار میں ایسے روابط موجود ہیں جو وحدت، توحید، ہم آہنگی، اتفاق، اتحاد، محبت اور اخوت کا تقاضا کرتے ہیں، اور ان روابط میں وہ روحانی قوت بھی پائی جاتی ہے جو اس کائنات کے ہولناک اجزاء وعناصر کو ایک بندھن میں باندھ سکتی ہے، تو پھر کس قدر ظالم ہے وہ آدمی جو ان تمام چیزوں سے منہ پھیرتا ہے اور مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور اسباب کو ان پر اہمیت دیتا ہے! وہ اسباب جو نفاق، شقاق، کینہ، بغض اور عداوت کو جنم دیتے ہیں! جس سے اس کے سینے میں اپنے مومن بھائی کے خلاف نفرت، کینہ اور کھوٹ کی آگ بھڑکتی رہتی ہے! کیا یہ روش ان اسباب و روابط کی توہین نہیں ہے جو وحدت اور یگانگت پیدا کرتے ہیں؟ اور ان اسباب کی ناقدری نہیں ہے جو محبت کا موجب ہیں؟ اور ان تعلقات پر ظلم نہیں ہے جو اخوت کو فرض کرتے ہیں؟ تمہارے دل میں اگر زندگی کی کوئی رمق موجود

Marfat.com

ہے اور تمہاری عقل کی چنگاری ابھی راکھ نہیں ہوئی ہے تو اس راز کا ادراک اچھی طرح کرلو گے۔

تیسرا پہلو:

یہ آیتِ کریمہ: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (۱)

خالص عدل وانصاف کی وضاحت کر رہی ہے، یعنی یہ کہ کسی انسان کو دوسرے انسان کی غلطی کی سزا نہیں دی جا سکتی ہے، چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم، شریعت کے دوسرے مآخذ ومصادر (sources)، اہلِ حقیقت اور اسلامی فلسفہ کے آداب واخلاق سب کے سب خبردار کرتے ہیں کہ:

کسی مومن کے بارے میں دل میں نفرت اور کینے کے جذبات پال کر رکھنا ظلم عظیم ہے؛ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی تمام معصومانہ صفات کو محض اس لیے رد کر دیا جائے کہ اس میں ایک گنہگارانہ خامی پائی جاتی ہے۔ اور پھر اس ایک بدعادت یا صفت کی وجہ سے ___ جسے تم نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہو ___ اس نفرت، کینے اور عداوت کے دائرے کو اس کے عزیز واقارب تک بڑھا دینا تو بہت بڑا ظلم ہے، جیسے کہ قرآن کریم نے اس چیز کو بڑے زوردار الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ﴾ (۲)

تو کیا اس کے بعد بھی تم اپنے لیے جواز ڈھونڈو گے اور خود کے حق پر ہونے کا دعوی کرو گے؟

یاد رکھو کہ وہ برائیاں، خرابیاں اور بداطواریاں جو نفرت، بغض اور عداوت کا سبب بنتی ہیں، وہ سب کی سب حقیقت کی نظر میں مٹی کی طرح کثیف (dense) ہیں۔ اور خود برائی

---

(۱) (الانعام:۱۶۴) ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا''۔

(۲) (ابراہیم:۳۴) ''بے شک انسان بہت بڑا ظالم ہے۔''

Marfat.com

بھی اسی طرح کثیف ہی ہے۔اور کثیف چیز کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ نہ تو کسی دوسری چیز میں سرایت کرتی ہے اور نہ اس میں منعکس ہوتی ہے۔البتہ اُس برائی کا معاملہ الگ ہے جسے انسان دوسرے سے سیکھ لے۔جبکہ نیکی، احسان اور اس جیسی دوسری چیزیں جو محبت کو جنم دیتی ہیں وہ محبت کی طرح روشن ہیں اور روشنی لطیف (Subtile) ہوتی ہیں، اور لطیف اور روشن چیز کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسری چیز میں سرایت کرتی ہے اور اس میں منعکس ہوتی ہے۔یہیں سے یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے ہیں کہ:''دوست کا دوست بھی دوست ہوتا ہے''۔اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ اکثر یہ الفاظ دہراتے رہتے ہیں کہ:"**لأجلِ عينٍ ألفُ عينٍ تُكْرَم**"۔''ایک آنکھ کی وجہ سے ہزار آنکھوں کی عزت کی جاتی ہے''۔

پس اے بے انصاف انسان! اگر حقیقت تک رسائی چاہتے ہو تو حقیقت یہی ہے۔ اس لئے تمہارا اُس آدمی کے رشتے داروں کے ساتھ برسرِ پیکار رہنا جس میں پائی جانے والی کسی ایک صفت کو تم ناپسند کرتے ہو، اور پھر اس کے دوستوں کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ دشمنی رکھنا جن سے اس کو پیار ہے، حقیقت کے سراسر خلاف ہے۔

چوتھا پہلو:

تمہارا مومن آدمی کے بارے میں نفرت اور عداوت کا رویہ رکھنا شخصی زندگی کی حیثیت سے بھی واضح ظلم ہے، چاہتے ہو تو میں تمہارے سامنے چند دستور رکھتا ہوں جو اس چوتھے پہلو کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، انہیں غور سے سنو اور سمجھو۔

پہلا دستور:

آپ کو جب اس بات کا علم ہو جائے کہ آپ اپنے فکر و عمل میں حق پر ہیں، تو آپ کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ:''میرا مسلک حق ہے یا میرا مسلک سب سے اچھا ہے۔'' لیکن آپ

Marfat.com

کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ: ''صرف میرا ہی مسلک حق ہے اور بس''؛ کیونکہ تمہاری غیر منصف نظر اور پست سوچ، اور اندھی فکر دوسرے مسلکوں کو پرکھنے اور انہیں غلط ثابت کرنے والی کسوٹی کسی بھی صورت میں نہیں بن سکتی ہے۔ بہت پہلے ایک شاعر نے کہا تھا:

وَعَینُ الرِّضَا عَن کُلِّ عَیبٍ کَلِیلَۃٌ
وَلٰکِنَّ عَینَ السُّخطِ تُبدِی المَسَاوِیَا (۱)

''رضا مندی کی آنکھ ہر عیب سے آندھی ہوتی ہے، لیکن غصے کی آنکھ برائیاں ظاہر کرتی رہتی ہے۔''

دوسرا دستور:

تم پر یہ بات تو لازم ہے کہ اپنی ہر بات میں حق کہو، لیکن یہ لازم نہیں کہ تم جتنے بھی حقائق ہیں، سب بول ڈالو۔ اسی طرح تم پر یہ تو لازم ہے کہ اپنی ہر بات میں سچ بولو، لیکن یہ لازم نہیں کہ جتنے بھی سچ دنیا میں پائے جاتے ہیں وہ ضرور بول ڈالو اور بولتے رہو؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نیت اگر خالص نہ ہو تو مدِّ مقابل نصیحتیں سن کر بھڑک اٹھتا ہے اور نتیجہ بالکل الٹا برآمد ہوتا ہے۔

تیسرا دستور:

اگر تم ساتھ عداوت رکھنا ہی چاہتے ہو تو اپنے دل میں پائی جانے والی عداوت کے ساتھ عداوت رکھو، اس کی آگ بجھانے اور اسے جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کرو۔ اور اپنے سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والے بدترین دشمن یعنی اپنے اُس نفس کے ساتھ دشمنی

(۱) یہ شعر عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؓ کا ہے۔ (ادب الدنیا والدین ص: ۳۷) اور اس کی نسبت امام شافعیؒ کی طرف بھی کی جاتی ہے۔ (دیوان الشافعی ص: ۹۱) طبع دار النور بیروت۔ اس میں دوسرا مصرعہ یوں مروی ہے: کما أنّ عین السخط تبدی المساویا (مترجم)۔

Marfat.com

رکھنے کی کوشش کرو جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے، اس کی بے ہنگم خواہشات کا مقابلہ کرو، اس کی اصلاح کی تگ و دو کرو اور اس کی وجہ سے اہل ایمان کے ساتھ دشمنی مول نہ لو۔ اگر عداوت رکھنا ہی چاہتے ہو تو پھر کافروں اور زندیقوں کے ساتھ رکھو۔ جو کہ بہت زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔ اور یہ بات یاد رکھو کہ محبت کی صفت بذاتِ خود محبوب ہے اور اس قابل ہے کہ اس سے محبت رکھی جائے۔ اسی طرح عداوت کی خصلت اس بات کی مستحق ہے کہ کسی بھی چیز سے پہلے اُس کے ساتھ عداوت رکھی جائے۔

اور اگر اپنے دشمن پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر اس کی طرف سے صادر ہونے والی برائی کا دفاع اچھائی کے ساتھ کرو۔ یہ واحد طریقہ ہے جس سے دشمنی کی آگ سرد پڑ جاتی ہے۔ لیکن اگر تم اس کی طرف سے صادر ہونے والی برائی کا جواب اُسی طرح برائی سے دو گے تو لڑائی اور عداوت بڑھے گی، حتی کہ اگر وہ بظاہر مغلوب بھی ہو جائے تو بھی اس کے دل میں تمہارے خلاف غصہ بھڑکتا رہے گا۔ نتیجتاً نفرت اور دشمنی دوام پائے گی اور کینہ جاری رہے گا۔ جبکہ اس کی برائی کے مقابلے میں حسن وخوبی کے برتاؤ سے اسے ندامت ہوگی بلکہ وہ آپ کا بہترین دوست بھی بن سکتا ہے؛ کیونکہ مومن کی تو شان ہی یہ ہے کہ وہ نیک دل، کریم اور فیاض ہوتا ہے۔ اس لیے اگر آپ اُس کی عزت کریں گے تو وہ تمہارا اپنا قریبی اور بھائی بن جائے گا...... حتی کہ اگرچہ وہ بظاہر کمینہ ہی ہو لیکن ایمان کی حیثیت سے تو وہ معزز ہی ہے نا۔ شاعر کہتا ہے:

إِذا أَنـتَ أَكـرَمـتَ الـكَـرِيـمَ مَـلَـكْـتَـهُ
وَإِنْ أَنـتَ أَكْـرَمـتَ الـلَّـئِـيـمَ تَـمَـرَّدَا (۱)

''اگر تم معزز آدمی کی عزت کرو گے تو اُس کے گویا کہ مالک ہی بن جاؤ گے، لیکن اگر

(۱) یہ شعر متنبی کا ہے۔ دیکھیں دیوان المتنبی مع شرح البرقوقی: ۲/۱۱ (مترجم)۔

Marfat.com

تم کسی کمینے کی عزت کرو گے تو وہ سرکش اور نافرمان ہو جائے گا‘‘۔

جی ہاں! یہ امرِ واقعہ ہے کہ اگر آپ کسی برے آدمی سے یہ کہیں کہ: ’’آپ بہت اچھے اور فاضل آدمی ہیں‘‘، تو آپ کے یہ الفاظ بسا اوقات اُسے اچھا بننے پر آمادہ کریں گے۔ اور اِسی طرح اگر آپ کسی اچھے آدمی سے مخاطب ہو کر کہیں کہ: ’’تم بہت برے اور غلط آدمی ہو‘‘، تو یہ الفاظ ہوسکتا ہے واقعتاً اُسے برائی کے راستے پر گامزن کر دیں۔

بنابریں، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دل کے کانوں سے سنیں:

﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾ (۱)

﴿وَإِنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (۲)

اور اس طرح کے دیگر مقدس قرآنی دستور جن میں انسان کے لیے توفیق، کامیابی، سعادت اور امن وسلامتی کا سامان موجود ہے۔

چوتھا دستور:

وہ لوگ جن کے سینے اپنے مومن بھائیوں کے خلاف حقد اور کینے سے بھرے ہوئے ہیں وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں، اپنے بھائیوں پر ظلم کرتے ہیں اور رحمتِ خداوندی پر ظلم کرتے ہیں، اور وہ اس طرح کہ ایسا آدمی کینے اور عداوت کے جذبات سے مغلوب ہو کر خود کو عذابِ الیم میں ڈال لیتا ہے، چنانچہ وہ جب بھی دیکھتا ہے کہ اس کے دشمن کو کوئی نعمت حاصل ہوئی ہے، جل بھن کر دردناک عذاب جھیلتا ہے اور اس وجہ سے مبتلائے الم رہتا ہے۔ اور پھر اگر اس دشمنی کا سرچشمہ حسد ہو تو پھر اس عذاب کی الم ناکی دوچند ہو جاتی ہے؛ کیونکہ حسد جو ہے وہ محسود یعنی جس آدمی کے ساتھ حسد کیا جائے اُس کی بہ نسبت حاسد کو

(۱) (الفرقان:۷۲) ’’اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں‘‘۔

(۲) (التغابن:۱۴) ’’اور اگر تم عفو و درگزری سے کام لو اور معاف کر دو تو اللہ غفور رحیم ہے‘‘

Marfat.com

زیادہ مبتلائے عذاب کرتا اور نقصان دیتا ہے ، اور اسے اپنے شعلوں سے بھسم کر ڈالتا ہے۔لیکن جہاں تک محسود کا تعلق ہے،تو اُسے حسد کا نقصان یا تو مطلق ہوتا ہی نہیں ہے، یا پھر کبھی ہو بھی تو معمولی سا ہوتا ہے۔

## حسد کا علاج:

اور حسد کا علاج یہ ہے کہ حاسد اُن چیزوں کے انجام پر غور کرے جو حسد کا باعث بنتی ہیں، تا کہ اسے اِس چیز کا ادراک ہو جائے کہ اس کے محسود کو حسن و مال و دولت اور قوت ومنصب وغیرہ جیسی جو چیزیں بھی حاصل ہوئی ہیں وہ زوال پذیر اور فانی ہیں، ان کا فائدہ بہت کم اور ان کو حاصل کرنے اور ان سے حاصل ہونے والی مشقت بہت زیادہ ہے۔

لیکن اگر حسد کا باعث اُخروی اُمور یعنی آخرت کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں ،تو پھر تو حسد سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر ان امور سے حسد والی آگ کبھی بھڑکے بھی تو حاسد یا تو ریا کار ہے جو اپنی اُخروی نیکیاں دنیا میں ہی برباد کر رہا ہے، یا پھر وہ اپنے محسود کو ریا کار سمجھ کر بر بنائے حسد اس پر ظلم کر رہا ہے۔

پھر حسد میں ایک اور شامت یہ بھی ہے کہ حاسد اپنے اس حسد کے ذریعے اللہ کی تقدیر پر ناراضگی کا اظہار کرتا ہے، کیونکہ وہ اپنے مخالف پر اللہ کے فضل ورحمت کا نزول دیکھ کر غم میں مبتلا ہوتا ہے، اور اگر اس پر مصائب نازل ہوں تو خوشی سے بغلیں بجاتا ہے۔یعنی ایسا لگتا ہے جیسے وہ تقدیرِ الٰہی پر تنقید اور اس کی وسیع رحمت پر اعتراض کر رہا ہو۔ اور یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ تقدیر کو نشانہ بنانے والے کی مثال تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی آدمی آہرن کے ساتھ ٹکرا رہا ہو۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اعتراض کرے گا وہ اُس سے لا محالہ محروم ہو جائے گا۔

Marfat.com

کیا آپ اسے انصاف کی بات سمجھتے ہیں کہ محض ایک معمولی اور چھوٹی سی بات پر ___ جو کہ ایک دن کی دشمنی کے برابر بھی نہ ہو ___ ایک مومن آدمی کا سینہ اپنے مومن بھائی کے خلاف پورے ایک سال کے لیے کرودھ سے بھرا رہے؟ یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ جو غلطی تمہارے بھائی سے صادر ہوئی ہے اسے صرف اسی کے سر نہیں مڑھنا چاہیے؛ اس لئے کہ:

اولاً:۔ اس معاملے میں تقدیر الٰہی کا بھی حصہ ہے، اس لئے آپ کے لیے لازم ہے کہ تقدیر کے اس مقررہ حصے کو تسلیم و رضا کے ساتھ قبول کریں۔

ثانیاً:۔ اس معاملے میں شیطان کا اور اس نفس کا بھی حصہ ہے جو ہمیشہ برائی پر ابھارتا ہے۔ اگر آپ یہ دونوں حصے نکال دیں تو پھر آپ کے سامنے اپنے اس بھائی کے لیے عداوت کی بجائے شفقت اور مہربانی کے جذبات ابھر آئیں گے؛ کیونکہ اس وقت آپ یہ بات سمجھ جاتے ہیں کہ یہ بیچارا شیطان اور اپنے نفس کے ہاتھوں مغلوب ہے، اس لیے آپ اس کے بعد اُس کے اپنے کیے پر پشیمان ہونے اور دوبارہ راہِ راست پر آنے کا انتظار کرتے ہیں۔

ثالثاً:۔ اس معاملے میں آپ بھی اپنی غلطیوں پر نظر رکھیں، آپ کی وہ غلطیاں جنہیں آپ دیکھتے ہی نہیں یا کم از کم دیکھنا چاہتے ہی نہیں۔ اس لیے سابقہ دو حصوں کے ساتھ ساتھ اگر آپ اپنی اس عادت کا حصہ نکال دیں تو آپ دیکھیں گے کہ اب جو حصہ باقی بچا ہے وہ اتنا معمولی ہے کہ اس کا سامنا آپ اپنی عالی حوصلگی اور بلند ہمتی یعنی عفو و درگزری کے ساتھ کر کے کسی پر ظلم ڈھانے یا اُس کو دکھ پہنچانے سے بچ سکتے ہیں۔

لیکن اگر آپ نے اس کی طرف سے سرزد ہونے والی غلطی کے مقابلے میں دائمی کینہ اور ختم نہ ہونے والی عداوت کی روش اختیار کی اور اس معاملے میں صرف اپنے دنیاوی مفاد کو سامنے رکھا ___ گویا کہ آپ نے اس دنیا میں ہمیشہ بیٹھ رہنا ہے ___ تو پھر تو لامحالہ آپ **"ظَلُوْمًا جَهُوْلًا"** والی صفت پر پورے اتریں گے، اور اس طرح آپ اُس دیوانے

Marfat.com

یہودی کے مشابہ ہوں گے جس نے شیشے کے معمولی ٹکڑوں اور لمحوں میں ختم ہو جانے والے برف کے بلوّریں گالوں کو ہیرے سمجھ کر زرِ کثیر صرف کر کے خرید لیا۔

ہم نے آپ کے سامنے ان نقصانات کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے جو انسان کی شخصی زندگی میں نفرت اور دشمنی کے سبب سے جنم لیتے ہیں۔ اب اگر آپ کو اپنی ذات کے ساتھ پیار ہے تو کوئی ایسا دریچہ کھلا نہ رکھنا جس سے یہ عداوت اور انتقام کی سوچ تمہارے دل میں داخل ہو سکے۔ اور اگر یہ تمہارے دل میں داخل ہو کر جگہ بنا چکی ہے تو پھر اس کی آواز پر کبھی کان نہ لگانا بلکہ اس کی بجائے حافظ شیرازیؒ کی بات پر کان دھرنا، حافظ شیرازیؒ جو حقیقت تک رسائی کر جانے والی بصیرت کا مالک ہے۔ وہ کہتا ہے:

دنیا نہ متاعیستی کہ ارزد بنزاعی

یعنی یہ پوری دنیا کوئی ایسی متاع نہیں کہ جس کے لیے کھینچا تانی کرتے رہیں۔

تو اگر اتنی بڑی دنیا اپنے تمام مال و متاع سمیت اتنی بے قیمت ہے تو پھر اس کے ایک چھوٹے سے جزوی حصے کی کیا حیثیت ہو گی؟ حافظ ہی کا ایک اور قول سنیں:

آسائشِ دو گیتی تفسیرِ ایں دو حرفست

بادوستاں مروّت، بادشمناں مدا را

یعنی دو جہانوں میں راحت اور سلامتی کے حصول کے راز کی وضاحت یہ دو کلمے کرتے ہیں:

ا۔ دوستوں کے ساتھ مروت اور انسانیت کا برتاؤ۔

۲۔ اور دشمنوں کے ساتھ صلح کارانہ معاملہ۔

سوال:۔ اگر تم کہو کہ یہ بات میرے بس میں نہیں ہے؛ کیونکہ نفرت میری فطرت میں رچ بس گئی ہے اور میری ہستی میں گھر کر گئی ہے۔ اس لیے حافظ والے اس اصول پر چلنا میرے

Marfat.com

اختیار سے باہر ہے، اور خاص کر اس وقت جب کہ لوگوں نے میرے جذبات مجروح کیے ہوں اور مجھے تکلیفیں پہنچائی ہوں۔ ایسی صورتِ حال میں میں انہیں کبھی معاف نہیں سکتا ہوں۔

جواب:- تو میں جواباً کہوں گا کہ بداخلاقی کے اثرات جب جاری نہ رہیں، اور اس کے تقاضوں پر عمل نہ کیا جائے اور ایسے آدمی کو اپنی کمی کوتاہی کا شعور ہو جائے تو کوئی پریشانی والی بات نہیں اور اس سے کوئی بہت بڑا نقصان بھی ظہور میں نہیں آتا ہے، جیسے مثال کے طور پر غیبت ہے۔ تو جب تک آپ اس معاملے میں بے اختیار ہیں اور ان نفرت اور دشمنی کے جذبات سے گلوخلاصی نہیں کرا سکتے تو آپ کو اس بات کا شعور ہو جاتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں جو اِس عادت کو اپنائے ہوئے ہوں۔ اور آپ کو اس بات کا ادراک ہو جائے کہ میں اس معاملے میں حق پر نہیں ہوں۔ تو یہ دو چیزیں آپ کو اس نفرت کے نقصان سے بچالیں گی جو آپ کے دل میں گھر کیے بیٹھی ہیں؛ کیونکہ یہ روش معنوی پشیمانی، مخفی توبہ اور ضمنی استغفار کی شکل ہو گی۔ اور ہم نے یہ مبحث قلمبند کیا ہی اس لیے ہے تاکہ اس کے دامن میں معنوی استغفار بھی سمٹ آئے اور اس طرح ایک مردِ مومن پر حق اور باطل گڈمڈ نہ ہو سکے۔ اور وہ اپنے اس مدّ مقابل پر- جو حق پر ہے- ظالم ہونے کا الزام نہ لگا پائے۔

### ایک قابل توجہ واقعہ:

ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک آدمی جو بظاہر عالم فاضل لگ رہا تھا، محض سیاسی نقطۂ نظر میں اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے عالم دین کی اس قدر مذمت کر رہا تھا کہ اسے کافر بنانے تک پہنچ گیا تھا۔ جبکہ میں نے اسی اثنا میں اسے ایک ایسے منافق کی تعریف کرتے ہوئے پایا جو سیاسی میدان میں اس کا ہمنوا تھا۔ میں سیاست کے ان برے اثرات سے لرزہ براندام ہو کر رہ گیا کہ سیاست اس بری حالت تک پہنچ گئی ہے! میں نے اس سے اللہ کی پناہ مانگی اور کہا: ''اعوذ باللہ من الشیطان والسیاسۃ''، میں شیطان اور سیاست سے اللہ کی پناہ چاہتا

Marfat.com

ہوں۔ چنانچہ میں اسی دن سے سیاسی زندگی کے میدان سے باہر آ گیا۔

## پانچواں پہلو:

یہ پہلو اس چیز کی وضاحت کرتا ہے کہ عناد اور طرف داری سے اجتماعی زندگی کو کتنا نقصان پہنچتا ہے۔

سوال: اگر کہا جائے کہ:

ا۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے "**اختلاف أمتی رحمة**"(۱)

''میری امت کا اختلاف رحمت ہے''، اور اختلاف کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ طرف داری اور اختلاف رائے ظہور میں آئے؟

ب۔ لیکن اس تفرق اور اختلاف کی بیماری میں کمزور اور غریب عوام کے لیے ایک گونہ رحمت کا پہلو پایا جاتا ہے؛ کیونکہ اگر کسی گاؤں یا قصبہ وغیرہ میں سربرآوردہ ظالم لوگوں کے درمیان اتفاق ہو جائے تو وہ مسکینوں اور بے کسوں پر جبر کرتے اور ظلم ڈھاتے ہیں، لیکن اگر ان لوگوں میں اختلاف اور گروہ بندی ہو تو مظلوم ایک گروہ کی حمایت اور پناہ میں آ کر اپنی جان بچالیتا ہے۔

ج۔ مزید یہ کہ افکار کے تصادم، آراء کے جدل ومناقشے اور عقلوں کے باہمی

(۱) سخاوی نے کہا ہے: بیہقی نے یہ حدیث منقطع سند کے ساتھ بیان کی ہے۔ طبرانی اور دیلمی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ زرکشی اور ابن حجر نے اسے نصر مقدسی کی نسبت سے مرفوع بیان کیا ہے لیکن اس کی سند بیان نہیں کی ہے۔ عراقی نے اسے آدم بن ابی ایاس کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اس کی سند بیان نہیں کی ہے۔ ملا علی قاری نے "الموضوعات" میں سیوطی کا قول نقل کیا ہے کہ: ''یہ حدیث نصر مقدسی نے ''الحجة'' میں، اور بیہقی نے ''الرسالة الاشعرية'' میں بغیر سند کے روایت کی ہے۔ حلیمی، قاضی حسین اور امام الحرمین وغیرہ نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ ممکن ہے حفاظ حدیث کی بعض ایسی کتابوں میں اس کی تخریج کر دی گئی ہو جو ہم تک نہیں پہنچی ہیں۔ (کشف الخفاء: ۱/۶۴) سے اختصار کے ساتھ۔ نیز دیکھیں: ''تمییز الطیب'' ص: ۱۱ (مترجم)۔

Marfat.com

اختلافات سے حقیقت واضح طور پر ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔تو اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ اختلاف اچھی چیز ہے؟

جواب: پہلے سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں:

حدیث شریف میں جس اختلاف کا ذکر ہوا ہے اس سے مراد، مثبت اختلاف ہے نہ کہ منفی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے مسلک کی ترویج واشاعت، اپنے مذہب کے صحیح ہونے اور اپنے نقطۂ نظر کے درست ہونے کا اظہار کرنے کے لیے کوشش کرے، لیکن ایسا کرتے ہوئے وہ دوسروں کے مسالک کو منہدم کرنے، ان کے نقطۂ نظر پر طعن ملامت کرنے اوران کے مذاہب کو باطل ثابت کرنے کی کوشش نہ کرے، بلکہ اس کی کوشش حتی المقدور کمی کوتاہی کو پورا کرنے، ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کرنے اور اصلاح کاری کے لئے ہو۔

اور منفی اختلاف یہ ہے کہ ہر آدمی دوسروں کے مسلک کو منہدم اور برباد کرنے کی کوشش میں لگ جائے۔اس خنلاف کا باعث حقد، بغض اور عداوت ہوتا ہے۔حدیث کی رو سے اختلاف کی یہ قسم یکسر مردود ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے اختلاف ونزاع کا شکار لوگ کوئی بھی مثبت کام کرنے سے عاجز ہوتے ہیں۔

اور دوسرے سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں:

اگر تفرّق اور گروہ بندی حق کے لیے اور حق کے نام پر ہو تو بسا اوقات یہ چیز اہلِ حق کے لیے پناہ گاہ ثابت ہوتی ہے، لیکن وہ تفرقہ واختلاف جس کا مشاہدہ ہم کر رہے ہیں، وہ ذاتی اغراض اور نفسِ امارہ کی خواہشات کے زیرِ اثر رونما ہو رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ چیز ظلم کیشوں کا مرجع ومرکز بن گئی ہے۔اور ان لوگوں کے تصرّفات میں ظلم واضح طور پر نظر آتا ہے۔اور یہ لوگ اس روش میں اس حد تک آگے چلے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے کسی ایک کے پاس شیطان آئے اور اس کی رائے کے ساتھ موافقت کرتا ہوا اس کا تعاون کرے تو

Marfat.com

آپ دیکھیں گے کہ وہ شیطان کی تعریف کر رہا ہے اور اس کے بارے میں ہمدردی کا اظہار کر رہا ہے، لیکن اگر مخالف صف میں کوئی فرشتہ سیرت انسان بھی ہو تو یہ اُسے ملعون کہنے کی حد تک چلا جائے گا۔

تیسرے سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں:

حق کے لیے اور حقیقت تک رسائی کے راستے میں جو آراء وافکار میں تصادم اور مناقشہ کا ظہور ہوا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ بنیادی اہداف ومقاصد میں اتفاق ہونے کے باوجود وسائل وذرائع میں اختلاف کا واقع ہونا ہے۔ اس قسم کا اختلاف حقیقت کا انکشاف اور اس کے ہر زاویے کی بہترین صورت میں وضاحت کر سکتا ہے۔ لیکن تصادم افکار اور مناقشہ اگر طرف داری اور دوسروں پر غلبہ وتسلّط کے اظہار، فرعونی نفسیات کا پیٹ بھرنے اور حصولِ شہرت اور نام نمود کی محبت یا کسی اور غرض کے لیے ہو تو افکار وآراء کے اس قسم کے پھیلاؤ میں حقیقت کی کوئی کرن نہیں چمک سکتی ہے، ہاں البتہ فتنہ وفساد کے شعلے ضرور بھڑک سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو ایسے لوگوں کے درمیان مقصد اور غرض وغایت میں اتفاق نظر نہیں آئے گا۔

جی ہاں پورے کرۂ ارض میں ان کے افکار ونظریات میں ایک نقطے پر بھی اتفاق نہیں پایا جاتا ہے؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کا اختلاف حق کی خاطر نہیں ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کا اختلاف انتہا پسندی پر مبنی اور حدود نا آشنا ہوتا ہے، جو ایسے گہرے زخم چھوڑتا ہے کہ جو مندمل نہیں ہو پاتے ہیں۔ دنیا کی موجودہ حالت اس کی جیتی جاگتی گواہی ہے۔

Marfat.com

## خلاصۂ کلام

مردِ مومن کے تصرّفات اوراس کی حرکات وسکنات اگر اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ وَالْحُکْمُ لِلّٰه میں پائے جانے والے اعلیٰ دستوروں کے مطابق نہ ہوں''، اور وہ اپنے تمام امور میں فیصلہ اگر اللہ کے حکم کے مطابق نہ کرے تو نفاق، نا اتفاقی اور پراگندگی سر اٹھاتی ہے۔ جی ہاں، بے شک وہ آدمی جو ان دستوروں کی روشنی میں نہیں چلتا ہے وہ عین اس وقت ظلم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے جس وقت وہ عدل کے ارادے سے کوئی کام سرانجام دینا چاہتا ہے۔

### ایک سبق آموز واقعہ:

ایک اسلامی غزوے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لڑائی کے دوران مشرکوں کے ایک بہادر آدمی پر قابو پالیا اور اسے پچھاڑ لیا، اور جب اس کا کام تمام کرنے لگے تو اس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔ تب آپؓ اُسے فوراً چھوڑ کر اس سے علیحدہ ہو گئے۔ مشرک آپؓ کی اس حرکت پر حیران رہ گیا۔ اس نے آپؓ سے پوچھا: آپ نے مجھے قتل کیوں نہیں کیا؟ آپ نے کہا: میں تمہارے ساتھ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا، لیکن جب تم نے یہ حرکت کی تو مجھے یہ خطرہ محسوس ہوا کہ تمہیں قتل کرنے میں کہیں میرا ذاتی انتقام شامل نہ ہو جائے۔ اس لیے میں نے تمہیں اللہ کے لیے چھوڑ دیا۔ کافر نے جواب دیا: میری اس حرکت سے تو تمہیں اور بھی مشتعل ہو کر مجھے فوراً قتل کر دینا چاہیے تھا! تم جیسے لوگ اگر اُس دین کے پیروکار ہیں جس میں رواداری اور درگزری کی تعلیم اِس آخری حد تک دی گئی ہے تو وہ دین یقیناً سچا ہے۔

### ایک اور واقعہ:

ایک مسلمان حاکم نے اپنے جج کو صرف اس لیے معزول کر دیا کہ اس نے دیکھا

Marfat.com

کہ جب وہ چور کا ہاتھ کاٹ رہا تھا تو اس میں غصے اور شدت کے آثار نمایاں تھے۔ اس لیے جو آدمی اللہ کا حکم نافذ کر رہا ہے اسے ملزم یا محکوم کے خلاف اپنے ذاتی جذبات کا اظہار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اسے انسانی جان ہونے کی وجہ سے اس کی حالت پر ترس آنا چاہیے۔ البتہ اللہ کے احکام کے نفاذ کے ضمن میں اسے نرمی یا سستی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ ذاتی جذبات کا فیصلے میں شامل ہو جانا چونکہ خالص عدل وانصاف کے منافی ہے اس لیے حاکم نے اپنے جج کو معزول کر دیا۔

**ایک خطرناک معاشرتی بیماری اور افسوسناک اجتماعی حالت جوامتِ اسلامیہ کو لاحق ہوئی ہے اور جس پر اسلام کا دل خون کے آنسو روتا ہے:**

انتہائی پسماندہ قبائل بھی اپنے اوپر منڈلانے والے خطرات کا ادراک رکھتے ہیں، چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جب بھی کوئی بیرونی دشمن ان پر حملہ آور ہوتا ہے وہ اپنے اندرونی اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر اور چھوٹی موٹی دشمنیاں بھول کر فوراً متحد ہو جاتے ہیں۔ جب یہ پسماندہ قبائل اپنی سماجی مصلحت کا اس قدر اندازہ رکھتے ہیں اور اسے اتنی اہمیت دیتے ہیں تو پھر اُن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جنہوں نے خدمتِ اسلام کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لی ہوئی ہے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں؟ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپس کی چھوٹی چھوٹی دشمنیاں نہیں چھوڑتے؟ بلکہ ان چھوٹی موٹی دشمنیوں اور ذاتی رنجشوں کی وجہ سے اپنے لاتعداد دشمنوں کے لیے اپنے اوپر حملے کی راہ ہموار کرتے ہیں! جبکہ حالت یہ ہے کہ دشمن چاروں طرف سے ان پر حملہ کرنے کے لیے صفیں باندھے ہوئے ہیں۔ بلاشبہ یہ حالت ایک خوفناک تنزّل اور کربناک انحطاط کی حالت ہے اور اسلام اور اہلِ اسلام کے حق میں بدترین خیانت۔

موقع کی مناسبت سے میں یہاں ایک سبق آموز واقعہ بیان کرتا ہوں: ''حسنان''

Marfat.com

خاندان کے دو قبیلوں کے درمیان ایسی خونی لڑائی برپا تھی کہ پچاس سے زیادہ لوگ اس کی بھینٹ چڑھ چکے تھے۔ لیکن جونہی انہیں بیرونی قبائل "سبکان" اور "حیدران" کی طرف سے خطرہ درپیش ہوتا وہ اپنے داخلی اختلافات کلی طور پر بھلا کر دشمن کا راستہ روکنے کے لیے فوراً یکجان ہو کر ایک دوسرے کے معاون و مددگار بن جاتے۔

اے اہلِ ایمان! تم جانتے ہو کہ دشمنوں کے کتنے قبیلے اہل ایمان کے قبیلے پر غارتگری کے لیے تیار کھڑے ہیں؟ سو سے بھی زیادہ ہیں اور انہوں نے زنجیر کے حلقوں کی طرح ایک دوسرے میں پیوست ہو کر مسلمانوں کو گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ لیکن ایسے حالات میں جبکہ چاہیے یہ تھا کہ مسلمان ان میں سے ہر ایک کا راستہ روکنے کے لیے شیر و شکر ہو جاتے، ہوا یہ کہ ہر آدمی اپنی ذاتی اغراض کی خاطر دوسرے سے دشمنی مول لیے ہوئے اپنی الگ راہ ناپ رہا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے وہ اپنی اس روش سے دشمنوں کے لیے حملے کی راہ ہموار کر رہا ہے اور ان کے لیے دروازہ کھول رہا ہے تاکہ وہ بغیر کسی مزاحمت کے اسلام کے پُرامن حرم میں داخل ہو سکیں۔ کیا یہ روش امتِ مسلمہ کے شایانِ شان ہے؟ اگر آپ اُن دائروں اور حلقوں کی تعداد جاننا چاہتے ہیں جو اسلام کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں تو یاد رکھیں کہ اہلِ ضلالت اور اہلِ الحاد سے لے کر عالمِ کفر، دنیا کے آلام و مصائب اور اس کے ناگفتہ بہ حالات تک، یہ سب کے سب وہی دائرے ہیں جو باہمدیگر پیوستہ ہیں اور جن کی تعداد ستر تک پہنچ جاتی ہے۔ اور یہ سب کے سب تمہارے خلاف غیظ و غضب سے بھرے ہوئے انتقام کی آگ میں جل رہے ہیں۔ اندریں حالات دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے صرف ایک ہی مؤثر ہتھیار، سکون بخش خندق اور محفوظ قلعہ ہے، اور وہ ہے "اسلامی اخوت" پس اے مسلمان! ہوش میں آ اور جان لے کہ معمولی اور حقیر دلائل اور واہیات اسباب کی بنیاد پر جو کہ زندہ احساس اور وجدان کے یکسر خلاف ہوں، اسلام کے محفوظ قلعے کی دیواروں کو ہلانا

Marfat.com

اسلام کی مصلحت کے کلی طور پر منافی ہے۔اس لیے ہوش میں آ اور خبر دار ہو جا!

کچھ احادیث جن میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ: بے شک دجال، سفیانی اور ان جیسے دوسرے شخص جو کہ منافقوں کی پشت پناہی کریں گے اور جن کا ظہور آخری زمانے میں ہوگا، یہ لوگ عام لوگوں اور مسلمانوں کے مابین رائج نفرت، عداوت اور پراگندگی کو استعمال کریں گے اور ان کی ساز و سامانِ دنیا پر دیوانہ وار فریفتگی سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے معمولی طاقت سے دنیا کو ہلاک کر دیں گے، زمین پر فتنہ و فساد پھیلا دیں گے اور اس طرح امتِ مسلمہ پر غلبہ حاصل کر کے انہیں پابندِ سلاسل کر لیں گے۔

اے اہلِ ایمان!

اگر تم واقعتاً باعزت زندگی چاہتے ہو اور ذلت، پستی اور رسوائی کی بیڑیوں سے رہائی چاہتے ہو تو اس غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ، ہوش کے ناخن لو اور اُس مقدس قلعے میں پناہ گزیں ہو جاؤ جس کی نشاندہی یہ آیت کریمہ کر رہی ہے۔﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الحجرات:۱۰) ''بے شک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔اور اس طرح اپنے آپ کو ان ظالموں کے ہاتھوں سے محفوظ کر لو جو تمہارے داخلی اختلافات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں..... یاد رکھو کہ اگر ایسا نہ کر سکے تو نہ صرف یہ کہ تم اپنے حقوق کا دفاع نہیں کر سکو گے بلکہ اپنی زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے؛ کیونکہ یہ بات تو ڈھکی چھپی نہیں کہ آپس میں کشتی کرتے ہوئے دو پہلوانوں کو ایک چھوٹا سا بچہ بھی مار سکتا ہے!اور ایک چھوٹی سی کنکری ایک پلڑے کو جھکا اور دوسرے کو اٹھا سکتی ہے، اگرچہ دونوں میں برابر وزن کے دو پہاڑ رکھے ہوئے ہوں!

پس اے اہلِ ایمان!

تمہاری قوت تمہاری حرص و ہوا اور تمہاری جانب دارانہ گروہ بندی کی وجہ سے منتشر ہو رہی ہے۔اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب کوئی انتہائی قلیل قوت بھی تمہیں ذلت اور

Marfat.com

ہلاکت کے عذاب سے دوچار کرسکتی ہے۔ پس اگر تم حقیقی طور پر ملتِ اسلامیہ کے ساتھ وابستہ ہو تو مندرجہ ذیل فرمانِ نبوی سے رہنمائی حاصل کرو اور اسے دستورِ حیات بنالو:

**"المؤمنُ لِلمؤمنِ كالبُنيانِ يَشُدُّ بعضُهُ بعضًا"**(۱)

''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے''۔

صرف یہی ایک صورت ہے جس سے تم دنیا میں ذلت اور آخرت میں بدبختی سے بچ سکتے ہو۔

## چھٹا پہلو:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اخلاص عذاب سے نجات اور گلوخلاصی کا وسیلہ ہے۔ آپس کی نفرت اور دشمنی اور ہٹ دھرمی چونکہ مومن کی روحانی زندگی کو ہلا کر رکھ دیتی ہے اس لیے اللہ کے لیے اس کی خالص بندگی کو اُس وقت نقصان پہنچتا ہے جب اِخلاص ختم ہو جاتا ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ عناد پرست آدمی جو صرف اپنی رائے پر ڈٹا رہتا ہے اس کے سامنے صرف ایک ہی ہدف ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اس کا وہ مدِ مخالف جو نیکی کے کام کر رہا ہے، یہ اس پر فوقیت حاصل کرلے۔ اس بنا پر وہ خالص اللہ کی راہ کے لیے کام کرنے کی توفیق سے نہیں نوازا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ عدل وانصاف کی توفیق سے بھی محروم رہتا ہے، اور وہ صرف اس بنا پر کہ وہ اپنے احکام ومعاملات میں اپنے ہمنواؤں کو دوسروں پر بہر طور ترجیح دیتا ہے۔ اور اس طرح

(۱) صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۸۱، ۲۴۴۶، ۶۰۲۷، صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۵۸۵، ۲۶۲۷، ترمذی مع تحفۃ الاحوذی حدیث نمبر ۱۹۹۳۔ ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔ اور مسند احمد: ۴/۴۰۴، نسائی: ۵/۷۹، شرح السنۃ للبغوی حدیث نمبر ۳۴۶۱، ابوالشیخ، حدیث نمبر ۳۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱/۲۱ اور کتاب الایمان حدیث نمبر ۹۰۔ ان سب نے یہ حدیث ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کی ہے۔ مترجم۔

Marfat.com

جھگڑے، نفرت اور دشمنی کی وجہ سے وہ بنیادی رکن منہدم ہو جاتے ہیں جن پر نیکی کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ یعنی ''اخلاص اور عدل وانصاف''۔ اس پہلو پر سیر حاصل گفتگو کے لیے بہت زیادہ وقت درکار ہے، لیکن یہاں چونکہ طویل گفتگو کے لیے گنجائش نہیں ہے اس لیے سرِ دست اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

Marfat.com

# خصوصی طور پر غیبت سے متعلق اختتامیہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ﴾ (۱)

اس آیتِ کریمہ میں درجہ بدرجہ چھ درجات پر اور چھ طریقوں سے غیبت کی مذمت کی گئی ہے۔ اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

یہ آیتِ کریمہ چھ درجات و مراتب پر غیبت سے منع کرتی ہے اور اس کے بارے میں شدت اور سختی کے ساتھ ڈانٹ پلاتی ہے۔ آیتِ کریمہ میں مخاطب چونکہ غیبت کرنے والے لوگ ہیں، اس لیے اس انداز کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا معنی کچھ یوں ہوگا:

آیت کے شروع میں جو ہمزہ ہے استفہامِ انکاری کے لیے ہے۔ مراد اس سے انکار ہے، یعنی تم ایسا نہیں کرتے ہو۔ اور اس کا حکم پانی کی طرح بہتا ہوا بعد میں آنے والے تمام کلمات میں سرایت کر رہا ہے، اور اس طرح ان میں سے ہر کلمہ ایک مستقل حکم کا حامل ہوگیا ہے۔

ا: پہلے لفظ میں آیتِ کریمہ ''ہمزہ'' کے ساتھ یوں خطاب کر رہی ہے: کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو؟ یہ انداز سوال اور جواب دونوں کے لیے ہے، تاکہ یہ نازیبا کردار اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

ب: دوسرے لفظ ''یُحِبُّ'' میں آیت کریمہ مخاطب کر کے کہہ رہی ہے: کیا تمہارے دل میں ___ جو کہ محلِ حُبّ و نفرت ہے ___ اس قدر بگاڑ آگیا ہے کہ وہ ایسی چیزوں کو

(۱) (الحجرات: ۱۲) ''کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ یقیناً تم اس چیز کو ناپسند کرتے ہو''

Marfat.com

پسند کرنے لگا ہے جو کہ سب سے زیادہ ناپسند اور سب سے زیادہ قابلِ نفرت ہیں؟

ج: تیسرے لفظ "**أَحَــدُكُــمْ**" میں آیت کریمہ اس طرح خطاب کررہی ہے: تمہاری اجتماعی زندگی ــــ جس کا دارومدار جماعتی زندگی پر ہے ــــ کو کیا ہوگیا ہے؟ اور تمہاری تہذیب وثقافت کو کیا ہوگیا ہے کہ اس نے اس روش کو پسند کرلیا ہے جو تمہاری زندگی میں زہر بھر دے اور تمہاری شفافیّت کو گدلا کردے؟

د: چوتھے لفظ "**أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ**" میں آیت کریمہ اس طرح مخاطب ہورہی ہے: تمہاری انسانیت کو کیا روگ لگ گیا ہے کہ تم نے اپنے جگری دوست کو چیرنا پھاڑنا شروع کردیا ہے؟

ھ: پانچویں لفظ "**أَخِيْــهِ**" میں آیت کریمہ اس طرح خطاب کررہی ہے: تمہارے دل میں اپنے ابنائے جنس کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں ہے؟ تمہارے درمیان رشتہ داری اور اپنائیت کا کوئی ایسا بندھن نہیں ہے جو تمہیں اُن کے ساتھ باندھ دے؟ تم یہاں تک پہنچ گئے ہو کہ انہیں لوگوں پر حملہ آور ہورہے ہو جو کئی جہتوں سے تمہارے بھائی ہیں؟ اور ان کی مظلوم روحانی شخصیت کو بری طرح سے بھنبھوڑ رہے ہو۔ کیا اس آدمی کے پاس تھوڑی سی بھی عقل ہے جو پاگلوں کی طرح اپنے ہی جسم کا کوئی عضو چبا ڈالے؟

و: چھٹے لفظ "**مَيْتــاً**" میں آیتِ کریمہ اس طرح سے مخاطب ہورہی ہے: تمہارا شعور اور وجدان کہاں چلا گیا ہے؟ تمہاری فطرت جہاں تک مسخ ہوگئی ہے کہ تم انتہائی قابلِ نفرت اور بدترین چیزوں کا ارتکاب کرنے لگے ہو؟ اور وہ ہے تمہارا اپنے بھائی کا ایسے وقت میں (یعنی اُس کی غیر حاضری میں اُس کی غیبت کر کے اُس کا) گوشت کھانا جبکہ وہ مکمل عزت واحترام کا حقدار ہو؟

Marfat.com

اس آیت کریمہ اور اس کے الفاظ وکلمات سے متعلق ہمارے ذکر کردہ وضاحتی دلائل سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ غیبت عقلی، قلبی، انسانی، وجدانی، فطری، قومی اور ملّی، ہر لحاظ سے مذموم ہے۔ پس اس آیت پر غور کرو اور دیکھو کہ یہ کس طرح بلند پایہ معجزانہ اور انتہائی مختصرانہ انداز کے ساتھ چھ درجات میں غیبت جیسے جرم کے ارتکاب سے روک رہی ہے۔ واقعتاً غیبت ایک کمینہ اور ذلیل ہتھیار ہے جسے لڑنے جھگڑنے والے حاسد اور ہٹ دھرم قسم کے لوگ استعمال کرتے ہیں؛ کیونکہ باوقار روح کے مالک ایسے ذلیل ہتھیار کو استعمال میں لانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ گزرے دور کا ایک شاعر کہتا ہے:

وأُكبِرُ نَفسِي عَن جَزاءٍ بِغِيبَةٍ
فَكُلُّ اغتِيَابٍ جُهْدُ مَن لَا لَهُ جُهْدُ(۱)

''میں خود کو اس سے بلند سمجھتا ہوں کہ اپنا بدلہ کسی کی غیبت کر کے چکاؤں؛ کیونکہ غیبت ہر اس آدمی کا حیلہ اور کوشش ہے جو اس کے علاوہ اور کوئی کوشش نہیں کر سکتا۔

غیبت یہ ہے کہ آپ اپنے بھائی کی کسی ایسی بات کا تذکرہ کریں جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ اگر وہ برائی جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں واقعتاً اس میں ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ برائی اس میں نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔ یعنی یہ کہ دوگنا گناہ کمایا۔

یاد رہے کہ غیبت حرام ہونے کے باوجود بعض مخصوص حالات میں جائز ہے۔ وہ مخصوص حالات کچھ اس طرح کے ہیں:

۱۔ ظلم کے خلاف شکایت یا فریاد: مظلوم کے لیے جائز ہے کہ وہ دادخواہی کے لیے حاکم کے سامنے ظالم کے ظلم کی شکایت کرے تاکہ حاکم اس کی دادرسی کر کے اس پر کی گئی زیادتی کا ازالہ کر سکے۔

(۱) یہ شعر متنبی کا ہے، دیکھیں۔ دیوان المتنبی مع شرح البرقوقی ۹۵/۲۔ (مترجم)

Marfat.com

ب: مشورہ طلبی: جب کوئی آدمی آپ سے کسی دوسرے کے ساتھ کسی کام میں شراکت وغیرہ سے متعلق مشورہ مانگے اور آپ کسی بھی ذاتی غرض سے بالاتر ہو کر محض اللہ کے لیے اس کو اچھا مشورہ دینا چاہیں تو آپ کے لیے اس قسم کی بات کہنا جائز ہے: ''اس کے ساتھ تمہارا معاملہ چل نہ سکے گا، گھاٹا پاؤ گے اور نقصان اٹھاؤ گے، وغیرہ''۔

ج: تعارف کے لیے/تحقیر کے لیے نہیں: کسی شخص کا کوئی امتیازی وصف ذکر کر دیا جائے لیکن اس سے مقصود صرف اس کا تعارف یا امتیازی علامت کا ذکر کرنا ہو، اس کی تنقیص نہیں، جیسے کسی کے متعلق کہہ دینا کہ: ''وہ آوارہ گرد فلاں جگہ گیا ہے وغیرہ''

د: اگر کوئی آدمی فاسق ہو اور علانیہ فسق و فجور کا مظاہرہ کر رہا ہو، اور صرف یہ نہیں کہ وہ فسق وفساد سے باز نہ آتا ہو بلکہ بسا اوقات اپنی بدکرداریوں پر فخر کرتا اور دوسروں پر ظلم ڈھانے سے لذت گیر ہوتا ہو۔

پس یہ ہیں وہ مخصوص حالات جن میں خالص مصلحت کے پیش نظر غیبت جائز ہے، شرط یہ ہے کہ ایسے میں خواہش نفس اور ذاتی اغراض کا قطعاً کوئی عمل دخل نہ ہو۔ اور ایسے حالات میں اس کی اجازت صرف اس لیے دی گئی ہے تاکہ حقیقت تک رسائی ہو سکے، وگرنہ غیبت تو وہ بری بلا ہے جو اعمالِ صالحہ کا ستیاناس کر دیتی ہے اور انہیں اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

انسان جب غیبت کا ارتکاب کرے یا برضا و رغبت اسے سنے تو اسے یہ دعا مانگنی چاہیے: "**اللّٰهُمَّ اغفِرلَنا ولِمَنِ اغتَبْنَا**" ''اے اللہ! ہمیں اور اس آدمی کو بخش دے جس کی ہم نے غیبت کی ہے''۔ پھر ملاقات یا سامنا ہونے پر اس شخص سے معافی مانگ کر اپنا دامن صاف کرلے جس کی اُس نے غیبت کی تھی۔

Marfat.com

# نیکیوں اور برائیوں کے فوری اثرات

پہلا نکتہ:

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی کاملیت، اس کی رحمت کی وسعت اور اس کے عدل وانصاف کی ہمہ گیری کا ایک حسین پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے نیک اعمال کے ثواب کو نیک اعمال کے پردے میں اور نقد اور فوری سزا کو برے اور فساد برپا کرنے والے اعمال میں چھپا دیا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس نے نیکیوں کی تہوں میں ایسی روحانی اور وجدانی لذتیں رکھ دی ہیں جو اخروی نعمتوں کی یاد دلاتی ہیں، اور برائیوں کی تہوں میں غیر محسوس قسم کے معنوی عذاب رکھ دیے ہیں جو آخرت کے المناک عذاب کا احساس دلاتے ہیں:

ا۔ مثال کے طور پر اہل ایمان کی صفوں میں محبت کو فروغ دینا ایک مؤمن کے لیے نیک کام ہے، اسی وجہ سے اُس کے لیے اِس عمل کی تہوں میں ایک قسم کی روحانی لذت اور انشراحِ صدر کا ایسا سامان موجود ہے جو آخرت کے مادی ثواب کی یاد دلاتا ہے۔ اور جو شخص بھی اپنے دل کو ٹٹولے گا وہ اس ذائقے کو بخوبی محسوس کر لے گا۔

ب۔ یا مثال کے طور پر اہل ایمان کی صفوں میں ناچاقی اور دشمنی کو رواج دینا ایک بد صورت برائی ہے، اور اس برائی کی تہوں میں ایک دردناک قسم کا ایسا روحانی اور وجدانی عذاب چھپا ہوا ہے جو قلب وروح میں گھٹن پیدا کرتا ہے۔ اب جو شخص بھی حساس روح، لطیف احساسات اور ہمت عالی کا مالک ہے وہ اس عذاب کو بخوبی محسوس کر سکتا ہے۔

میں ذاتی زندگی میں برائیوں کے ایسے سینکڑوں تجربات سے گزر چکا ہوں کہ جبھی میں نے اپنے کسی بھائی کے بارے میں دشمنی کا بوجھ کندھے پر اٹھایا، اس دشمنی کی کڑواہٹ حلق میں

Marfat.com

فوراً محسوس ہوگئی اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہ عذاب میرے اس گناہ کی نقد سزا ہے جس کا میں نے ارتکاب کیا ہے۔ اور یہ کہ میں اپنے کیے کی سزا بھگت رہا ہوں اور عذاب سے دوچار ہوں۔

ج۔ یا پھر مثال کے طور پر قابل عزت واحترام لوگوں کا احترام کرنا اور ایسے لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہر ومحبت کا اظہار کرنا جو شفقت اور مہر ومحبت کے مستحق ہیں، یہ چیز ایک مومن کے لیے نیکی اور عمل صالح ہے۔ اب اس نیکی کی تہوں میں ایسی روحانی لذت پنہاں ہے کہ جسے اس کا احساس ہو جائے وہ اس کے لیے اپنی زندگی تک کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اور اسے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ آخرت میں اسے اس کا ثواب ملے گا۔ دلیل کے لیے اس لذت کو نظر میں رکھیں جو مائیں اپنی اولاد کے لیے شفقت کے برتاؤ میں پاتی ہیں۔ اس لذت کا احساس اتنا گہرا ہے کہ مائیں اس راستے میں اپنی جان تک قربان کر دیتی ہیں، اور یہ حقیقت صرف انسانوں میں ہی منحصر نہیں ہے بلکہ اس کا مشاہدہ آپ حیوانات کی دنیا میں بھی واضح طور پر کر سکتے ہیں، چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک مرغی اپنے چوزوں کی حفاظت کے لیے شیر پر بھی حملہ کر دیتی ہے۔

تو پتہ چلا کہ احترام اور شفقت کا طبعی نتیجہ بہت جلد برآمد ہوتا ہے اور اس لذت کا شعور وہ لوگ یقیناً رکھتے ہیں جو بلند روحوں اور اولوالعزم اور غیور طبیعتوں کے مالک ہیں۔

د۔ یا مثال کے طور پر: حرص اور اسراف یعنی مال کو بے جا خرچ کرنے کا فوری نتیجہ روحانی سزا اور قلبی عذاب کی صورت میں برآمد ہوتا ہے، کیونکہ یہ روش اس شخص کو کثرت شکایت اور قلق واضطراب کی وجہ سے حسد اور مقابلہ بازی کی عادتِ بد میں مست رکھتی ہے، چنانچہ:

آپ دیکھیں گے کہ بالکل یہی بلکہ اس سے بھی سخت سزا حسد، مقابلہ بازی، بے جا تعصب اور جذبات پروری میں پائی جاتی ہے، حتی کہ حسد اپنی آگ میں خود حاسد کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے، جبکہ توکل اور قناعت میں حالات بالکل اور طرح کے ہوتے ہیں، اور وہ اس

Marfat.com

طرح کہ توکل اور قناعت میں ثواب ہی ثواب ہے اس لیے ان سے آلام و مصائب کے تمام آثار اور فقر و فاقہ کے تمام رنج و غم زائل ہو جاتے ہیں۔

ھ۔ یا مثال کے طور پر: تکبر، غرور، خود بینی اور خود پسندی انسان کے کندھے پر ایک ناپسندیدہ بارِ گراں ہے، اور وہ اس طرح کہ عین اس وقت جبکہ وہ دوسروں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کا احترام کریں، ان کے اس کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ یاد رکھیں کہ احترام اور اطاعت گزاری طلب نہیں کی جاتی بلکہ اللہ کی دین ہوتی ہے۔

و۔ یا مثال کے طور پر: بے شک تواضع اختیار کرنے اور غرور و تکبر کو چھوڑ دینے میں ایسی فوری لذت اور نقد بدلہ ہے جو ایک متواضع آدمی کو تصنع، بناوٹ اور ریاکاری کے بھاری بوجھ سے نجات دلا دیتا ہے۔

ز۔ یا مثال کے طور پر: سوءِ ظن، بدبینی اور دوسروں کی باتوں کا غلط مطلب نکالنے کی اس دنیا میں اتنی فوری سزا ہے کہ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر یہ مشہور عام قاعدہ بن گیا: (مَنْ دَقَّ دُقَّ) یعنی جو کچلے گا وہ کچلا جائے گا۔ بنا بریں، جو لوگوں کے بارے میں ہمیشہ بدظن رہتا ہے اسے لامحالہ لوگوں کی طرف بدظنی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور جو اپنے مومن بھائیوں کے کردار و گفتار کی غلط تاویل کرتا ہے وہ خود بھی عنقریب اسی صورت حال سے دوچار ہوگا اور سزا پائے گا۔

پس اس پیمانے کو سامنے رکھو اور تمام اچھی اور بری خصلتوں کو اس پر قیاس کر لو۔

آخر میں ہم خدائے مہربان سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اس دور میں ''رسائل نور'' سے ابھرنے والے قرآن کریم کے روحانی اعجاز کے ذائقے سے شادکام ہونے والوں کو ان تمام مذکورہ روحانی لذتوں سے بہرہ یاب فرمائے، اس طرح اللہ کے حکم سے تمام مذموم اخلاق ان کے قریب بھی نہیں آ سکیں گے۔

Marfat.com

# خطبۂ شامیہ سے اقتباس

میں نے اپنی پوری زندگی میں انسان کی اجتماعی زندگی سے جو کچھ سیکھا ہے، اور گہری تحقیقات ومشاہدات نے میری لوح قلب پر جو کچھ رقم کیا ہے وہ یہ ہے کہ: وہ چیز جو سب سے زیادہ اس لائق ہے کہ اس سے محبت کی جائے وہ خود ''محبت'' ہی ہے، اور وہ چیز جو سب سے زیادہ اس لائق ہے کہ اس سے دشمنی رکھی جائے وہ خود ''دشمنی'' ہے، یعنی یہ کہ محبت اور مؤدت ہی ایک ایسی صفت ہے جو بشری زندگی کے لیے امن وسلامتی کی ضمانت دے سکتی ہے اور اسے کشاں کشاں اُس سعادت مندی کی بارگاہ تک لے جاسکتی ہے جس کے ساتھ شدید ترین محبت ہونی چاہیے۔ اور بغض وعداوت میں ایک ایسی صفت ہے جو انتہائی بد صورت اور نقصان دہ ہے اور جو انسان کی اجتماعی زندگی کو تہس نہس کرنے کا سب سے بڑا عامل ہے، اور یہ صفت اس قابل ہے کہ اس کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی رکھی جائے، اس سے سب سے زیادہ نفرت کی جائے اور اس سے کوسوں دور بھاگا جائے۔ ہم نے بائیسویں مکتوب میں چونکہ اخوت اور بھائی چارے کے عنوان سے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے اس لیے یہاں اس کی طرف اختصار کے ساتھ اشارہ کیا جاتا ہے:

لڑائی جھگڑے اور دشمنی کا دور ختم ہو چکا، پچھلی دو عالمی جنگوں نے یہ چیز بخوبی ثابت کردی ہے کہ لڑائی جھگڑے میں نقصانات اور اس سے جنم لینے والے دہشت ناک اور تباہ کار ظلم کے علاوہ کچھ بھی نہیں، اور یہ کہ لڑائی جھگڑے میں کسی بھی طرح کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اور اس لیے ہونا یہ چاہیے کہ ہمارے دشمنوں کی برائیاں اور ان کی لڑائیاں ہمیں برائیوں

Marfat.com

اور لڑائیوں پر برانگیختہ نہ کر سکیں ___ بشرطیکہ ان کا جنگی جنون حد سے تجاوز نہ کر جائے ___ ان کے لیے جہنم اور عدل بردوش عقابِ الٰہی ہی کافی ہے۔

بعض اوقات انسان کا غرور، اس کی خود فریبی، اس کی خود پرستی اور انانیت اسے اس طرح سے بہکا دیتے ہیں کہ وہ اپنے ہی مومن بھائیوں کے مقابلے میں غیر شعوری طور پر دشمنی کا موقف اختیار کر لیتا ہے، اور وہ خود کو اس رویے میں حق بجانب بھی سمجھتا ہے؛ حالانکہ اس طرح کی دشمنی ان اسباب و ذرائع کی سراسر توہین اور ان کی شان میں گستاخی ہے جو اہل ایمان کو باہم دیگر پیوستہ رکھتے ہیں، جیسے ایمان، اسلام، اور انسانیت وغیرہ۔ اس روش سے یقیناً اس آدمی کی حماقت اور بیوقوفی کی سی بو آتی ہے جو بغض و عداوت کے خسیس اور حقیر اسباب و ذرائع کو پیار و محبت کے بلند و بالا پہاڑوں سے بھی مضبوط اسباب و ذرائع پر ترجیح دیتا ہے۔

جب یہ حقیقت ہے کہ محبت اور عداوت آپس میں متضاد صفات ہیں، تو پھر یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ یہ دونوں ایک دل میں اکٹھی نہیں رہ سکتی ہیں، بالکل ایسے جیسے اندھیرا اور روشنی اکٹھے نہیں ہو سکتے، ہوتا یہ ہے کہ ان میں سے جس چیز کے اسباب دوسری چیز کے اسباب پر غالب آ جائیں وہ چیز حقیقی طور پر دل میں جگہ پا لیتی ہے اور جو چیز اس کے منافی ہوتی ہے وہ وہاں رہ تو جاتی ہے لیکن حقیقی طور پر نہیں۔ مثال کے طور پر جب محبت حقیقی طور پر دل میں جگہ پالے تو پھر دشمنی شفقت اور رأفت کا روپ دھار لیتی ہے۔ دل کی جو کیفیت اہل ایمان کے لیے ہونی چاہیے وہ یہی ہے۔

لیکن جب عداوت حقیقی طور پر دل میں گھر کر جائے، تو محبت اس وقت ظاہری دوستی، ظاہری خاطر داری، مدارات اور ظاہری ہمراہی میں بدل جاتی ہے، اور یہ حالت ان لوگوں کو پیش آتی ہے جو گمراہ تو ہیں لیکن اس راہ میں حد سے گزرے ہوئے نہیں ہیں۔

Marfat.com

جی ہاں! محبت کے اسباب ایمان، اسلام، اور انسانیت وغیرہ جیسے ہیں، جو کہ مضبوط، محکم اور نورانی زنجیر اور محفوظ روحانی قلعے ہیں۔ جبکہ بغض وعداوت کے اسباب کی وقعت ایک مومن کی نظر میں معمولی اور بے قیمت کنکریوں کے برابر بھی نہیں ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کے لیے دل میں حقیقی طور پر دشمنی چھپا کر رکھنا بہت بڑی غلطی ہے؛ کیونکہ اس رویے سے محبت کے ان اسباب کی توہین ہوتی ہے جو عظمت اور متانت میں پہاڑوں کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ:

پیار محبت اور بھائی چارہ اسلام کا اصل مزاج اور اس کے اساسی روابط کی جان ہیں۔ اور جو آدمی دل میں عداوت کے جذبات پالتا ہے وہ بالکل اس بیمار بچے کی طرح ہے جو رونے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاشتا رہتا ہے، اور بسا اوقات مچھر کے پر سے بھی معمولی چیز کی وجہ سے رو پڑتا ہے۔ یا پھر ایسا آدمی اس بدشگون آدمی کی طرح ہے جو — جب تک کہ بدظنی کی گنجائش نکل سکتی ہو — کسی بھی چیز کے بارے میں حسنِ ظن سے کام نہیں لیتا ہے۔ اور یوں انسان کی دس نیکیاں صرف ایک برائی کی وجہ سے پس پردہ چلی جاتی ہیں۔ اور یہ تو ایک معلوم حقیقت ہے کہ یہ روش اسلام کے ان آداب واخلاق کے بالکل منافی ہے جو عدل وانصاف کا رویہ اپنانے اور دل میں حسنِ ظن رکھنے کے بارے میں فیصلہ کن انداز میں حکم دیتے ہیں۔

Marfat.com

چھبیسویں بات کا تتمہ:

# اللہ تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ

(یہ انتہائی مختصر ذیلی بات عظیم اہمیت اور ہر شخص کے لیے بہت سے فوائد کی حامل ہے)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچنے کے لیے بہت سی راہیں اور بے شمار راستے ہیں۔ اور تمام درست اور صحیح سالم راستوں کا منبع ومصدر اور سرچشمہ قرآن کریم ہے۔

میں اپنی کم فہمی کے علی الرغم قرآن کریم کے فیضان سے ایک مختصر، سیدھا اور ہموار راستہ پانے میں کامیاب ہو گیا ہوں، اور وہ ہے:

عجز، فقر، شفقت اور تفکر کا راستہ۔

جی ہاں! عجز وانکسار بھی عشق کی طرح ایک ایسا راستہ ہے جو اللہ تک پہنچا دیتا ہے، بلکہ یہ عشق سے بھی کم مسافت والا اور پرامن راستہ ہے؛ کیونکہ یہ راستہ ''عبودیت'' کی راہ سے ''محبوبیت'' کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔

فقر کا راستہ بھی عجز وانکساری کے راستے جیسا ہی ہے۔ یہ راستہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی ''**الرّحمٰن**'' تک پہنچاتا ہے۔

شفقت بھی عشق کی طرح ہی موصل الی اللہ راستہ ہے، بلکہ یہ عشق سے زیادہ تیز رو اور کشادہ اور وسعت بداماں ہے؛ کیونکہ یہ راستہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی ''**اَلـرَّحِيْمُ**'' تک پہنچاتا ہے۔

تفکر بھی عشق ہی کی طرح ہے لیکن یہ اس سے زیادہ سرمایہ دار، تابناک اور وسعت بداماں ہے؛ کیونکہ یہ سالک کو اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی ''**اَلْـحَكِيْمُ**'' تک پہنچاتا ہے۔ یہ مختصر

Marfat.com

راستہ اس راستے سے مختلف ہے جسے اہل سلوک نے عام طور پر ''خفاء'' کے راستوں میں اختیار کیا ہے۔خفاء کے راستے جو کہ لطائف عشرہ کی طرح دس مراحل پر مشتمل ہیں۔

اور یہ راستہ جہر کے راستوں سے بھی مختلف ہے جو کہ نفوسِ سبعہ (سات نفوس) کے حساب سے سات مراحل پر مشتمل ہے۔ان سب کے برعکس یہ طریقہ صرف چار مرحلوں پر مشتمل ہے،اور یہ تصوف کی طریقت سے زیادہ ایک شرعی حقیقت ہے۔

خبردار! کسی غلط فہمی کی وجہ سے غلطی نہ کر بیٹھنا؛ کیونکہ عاجزی،فقر اور تفصیر سے مقصود صرف ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ کے سامنے اظہار ہے نہ کہ لوگوں کے سامنے عاجزی،مسکینی اور ناتوانی کا اظہار کرنا۔

باقی رہے اس مختصر راستے کے اوراد واذکار،تو وہ سنت نبوی کا اتباع...... فرائض پر عمل،اور خاص کر نماز کی اقامت اور اس کے تمام ارکان کے اعتدال کو نگاہ میں رکھ کر پابندی کرنا..... نماز کے بعد ذکر واذکار...... اور کبائر سے کنارہ کش رہنا ہیں۔

رہی ان تمام مراحل کے سرچشموں کی قرآن میں موجودگی،تو وہ یوں ہے:

☆ ﴿فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ﴾ (النجم:32)

یہ آیت کریمہ پہلے مرحلے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

☆ ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ﴾ (الحشر:19)

یہ آیت کریمہ دوسرے مرحلے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

☆ ﴿مَّآ أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ﴾ (النساء:79)

یہ آیت کریمہ تیسرے مرحلے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

☆ ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ (القصص:88)

Marfat.com

یہ آیت کریمہ چوتھے مرحلے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔
اب ان چاروں مرحلوں کی انتہائی اختصار کے ساتھ وضاحت کی جاتی ہے۔

پہلا مرحلہ:

اس کی طرف یہ آیت کریمہ اشارہ کرتی ہے: ﴿فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اپنے آپ کو ہی پاک صاف نہیں سمجھنا چاہئے۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان اپنی جبلت اور فطرت کے تقاضوں کے زیر اثر اپنی ذات سے بہت محبت کرتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اسے صرف اپنی ذات سے عشق ہے اور بس۔ اس کے لیے اپنی ذات سب سے مقدم ہے، وہ اپنی ذات کے لیے ہر چیز کی قربانی دے دیتا ہے اور اپنی ذات کی ایسی تعریف کرتا ہے جو صرف معبود واحد کے لائق ہے۔ اپنی شخصیت ہر عیب سے دور اور ہر کمی کوتاہی سے بالا سمجھتا ہے۔ بلکہ وہ کبھی اپنی غلطی تسلیم کرتا ہی نہیں، اور اپنی ذات کا ایسے دفاع کرتا ہے جیسے کہ وہ اس کی معبود ہے اور یہ اس کا پجاری۔ اور اس چیز میں وہ اس حد تک چلا جاتا ہے کہ اپنے ان اعضاء و جوارح کو اپنی تقدیس کے لیے استعمال کرنے لگتا ہے جو اللہ نے اسے صرف اپنی حمد وثناء کے لیے عطا کیے ہیں۔ اور یوں وہ ﴿مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ﴾ (الفرقان: 43) کا چلتا پھرتا مفہوم بن جاتا ہے۔ چنانچہ وہ خود پسندی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو کوئی بڑی چیز سمجھنے لگتا ہے۔ اس لیے اس کی اس ذات کا تزکیہ ضروری ٹھہرا۔ اور اس مرحلے میں اس کے تزکیہ و تطہیر کے صورت یہ ہے کہ وہ اپنا تزکیہ نہ کرے اور خود کو نیک پاک، پارسا اور گنگا نہایا نہ سمجھے۔

دوسرا مرحلہ:

یہ مرحلہ وہ ہے جس کا سبق یہ آیت کریمہ دیتی ہے: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ﴾؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو بھول جاتا ہے

Marfat.com

اور غفلت کی رو میں بہ جاتا ہے، اور اگر کبھی اسے موت کا خیال آئے تو یہ کہہ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ یہ صرف دوسروں کا حصہ ہے، اور اگر کبھی فنا و زوال کا منظر آنکھوں کے سامنے آئے تو یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ یہ چیز صرف اوروں کا مقدر ہے مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں؛ کیونکہ نفسِ امارہ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اجرت کے حصول اور عیش و عشرت کے وقت میں خود کو یاد رکھتا ہے اور ان چیزوں کے ساتھ مضبوطی سے جُڑ جاتا ہے، لیکن جہاں خدمت، عمل اور مشقت کا سامنا ہو وہاں خود کو یکسر بھول جاتا ہے اور نظر انداز کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بنابریں اس مرحلے میں اس کے تزکیے، تطہیر اور تربیت کا اسلوب یہ ہے کہ:

اس حالت کے بالکل برعکس عمل کیا جائے، یعنی عین نسیان میں عدمِ نسیان، مطلب اس کا یہ ہے کہ اجرت اور عیش و نشاط کے سمے "نفس" کو بھلا دیا جائے، اور خدمات اور موت کے وقت اس کے بارے میں غور فکر کر لیا جائے۔

تیسرا مرحلہ:

یہ وہ مرحلہ ہے جس کی طرف یہ آیت کریمہ راہنمائی کرتی ہے: ﴿**مَآ أَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ أَصَابَکَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ**﴾، اور وہ اس طرح کہ نفس جس چیز کا ہمیشہ تقاضا کرتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ بھلائی کی نسبت اپنی طرف کرتا رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ فخر اور خود پسندی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس مرحلے میں انسان کو یہ چاہیے کہ وہ اپنی ذات کے نقص، کمی کوتاہی اور عجز و فقر کو نگاہ میں رکھے۔ اور تمام کمالات ہر حسن و خوبی کو اپنے جلیل القدر خالق و مالک کا احسان سمجھے، اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتیں سمجھ کر سینے سے لگائے اور پھر ان پر فخر کرنے کی بجائے شکر کرے اور اپنی مدح سرائی اور شیخی بگھارنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مصروف رہے۔

Marfat.com

اس مرحلے میں تزکیہ نفس کا جو انداز بتایا گیا ہے وہ اس راز سے لیا گیا ہے جو اس آیت کریمہ میں پایا جاتا ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا﴾(۱)

اور راز یہ ہے کہ نفس یہ بات جان لے کہ اس کے کمال کا راز اس کے عدمِ کمال میں پنہاں ہے، اس کی طاقت اور قدرت کا راز اس کی عاجزی اور درماندگی میں ہے اور اس کی دولتمندی اور تونگری اس کے فقر میں ہے (یعنی یہ کہ نفس کا کمال اس بات میں ہے کہ اسے اپنے عدمِ کمال کی پہچان ہو جائے، اس کی طاقت اور قدرت اس بات میں ہے کہ وہ اللہ کے سامنے عاجزی اور انکساری اختیار کرے اور اس کی دولتمندی اور بے نیازی اس میں ہے کہ وہ اللہ کی جناب میں سراپا فقر اور افلاس بن کر آئے)۔

چوتھا مرحلہ:

وہ ہے جس کی تعلیم یہ آیت کریمہ دیتی ہے:

﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾، اور وہ اس طرح کہ نفس اپنے آپ کو خودسر، آزاد اور بااختیار سمجھتا ہے، اسی بنا پر وہ ایک قسم کی ربوبیت کا دعوی کرتا ہے اور اپنے معبود حقیقی کے مقابلے میں نافرمانی کا رویہ اپناتا ہے۔ لیکن اگر انسان اس حقیقت کا ادراک کر جائے جو ابھی بیان کی جارہی ہے تو اس دعوے سے دستبردار ہو سکتا ہے۔ اور وہ حقیقت یہ ہے کہ:

ہر چیز اپنی ذات کی حد تک اور اپنے اسمی معنی یعنی ذات کے لحاظ سے زوال آشنا، فنا پذیر، حادث، نیست اور نابود ہے۔ لیکن وہ اپنے حرفی معنی یعنی اپنی صفات کی رو سے، اور اس لحاظ سے کہ وہ ایک ایسے آئینے کی حیثیت رکھتی ہے جو اپنے جلیل القدر صانع اور پیدا

(۱) (الشمس:9) "جس نے اپنے نفس یا من کو پاک رکھا وہ کامیاب ہوا"۔

Marfat.com

کنندہ کے اسمائے حسنیٰ کی تجلیات کو آگے منعکس کر رہا ہے، اور اپنے وظائف اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے، اس اعتبار سے وہ شاہد بھی ہے مشہود بھی اور واجد بھی ہے موجود بھی۔

پس اس مرحلے میں نفس کا تزکیہ یہ ہے کہ وہ اس حقیقت کی پہچان کر لے کہ: اس کا عدم اس کے وجود میں ہے اور اس کا وجود اس کے عدم میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جب صرف اپنی ذات ہی پر نظر رکھے گا اور یہ سمجھے گا کہ کائنات کو وجود صرف اس کے وجود کے لیے دیا گیا ہے، تو وہ عدم کے اتنے گھنگھور اندھیروں میں غرق ہو جائے گا جو پوری کائنات سے بھی زیادہ وسعت رکھتے ہیں، یعنی جب نفس اپنے شخصی وجود کے دھوکے میں مبتلا رہے اور اپنے موجد حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جائے تو وہ اپنے آپ کو تنہا اور عدم وفراق کے غیر متناہی اندھیروں میں غرق پائے گا۔ بالکل ایسے جیسے سیاہ رات کے گھنگھور اندھیروں میں ایک درماندہ جگنو اپنی کمزور سی ٹمٹاتی ہوئی روشنی لیے پھر رہا ہو۔ لیکن جب وہ انانیت، غرور اور خود فریبی سے کنارہ کش ہو جائے گا تو اس وقت اس پر یہ حقیقت کھلے بندوں آشکار ہو جائے گی کہ اس کی اپنی ذات بذات خود کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ وہ تو ایک آئینہ ہے جس سے اس کے موجدِ حقیقی کی تجلیات کا اظہار ہو رہا ہے۔ اور اس طرح وہ ایک غیر متناہی وجود پالیتا ہے اور تمام مخلوقات کے وجود کو اپنے وجود میں سمو لیتا ہے۔

جی ہاں! جو اللہ کو پالیتا ہے وہ سب کچھ پالیتا ہے؛ کیونکہ عالم موجودات تمام کا تمام اس ربّ ذُوالجلال کے اسمائے حسنیٰ کی تجلیات کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

Marfat.com

# اختتام

یہ راستہ جو کہ عجز، فقر، شفقت اور تفکر پر مشتمل چار مراحل سے وجود پاتا ہے، اس کی تفصیلی وضاحت اگرچہ ہماری کتاب "**مقالات**" میں ابتداء سے لے کر "چھبیسویں مقالے تک" آچکی ہے۔ یہ کتاب علم الحقیقت یعنی شریعت کی حقیقت اور قرآن کریم کی حکمت سے متعلق بحث کرتی ہے۔ تاہم پھر بھی ہم یہاں ایک مختصر سا اشارہ کرتے ہیں جو کہ چند نکتوں پر مشتمل ہے، اور وہ یہ ہے کہ:

یہ راستہ دوسرے کسی بھی راستے کی بہ نسبت مختصر، قریب ترین اور کم مسافت والا ہے؛ کیونکہ یہ چار مراحل سے عبارت ہے۔ مثال کے طور پر عاجزی، کو لے لیں کہ جب یہ دل میں گھر کر جاتی ہے تو اسے براہ راست اس ذات کے حوالے کر دیتی ہے جو قدرت والی یعنی "**القدیر**" اور صاحبِ عظمت وجلال ہے"۔ جبکہ عشق جو کہ اللہ تک پہنچانے والا تیز ترین راستہ ہے۔ اس راہ میں جب عشق دل میں گھر کرتا ہے تو دل پہلے پہل معشوق مجازی کے ساتھ چمٹا رہتا ہے، پھر ایک وقت میں جب عشق مجازی کے اثرات زائل ہوتے ہیں تب جا کر کہیں محبوب حقیقی تک رسائی ہوتی ہے۔

پھر یہ راستہ دیگر راستوں کی بہ نسبت زیادہ محفوظ ہے؛ کیونکہ اس میں نفس اپنی اوقات سے زیادہ شطحات، دعوے اور ڈینگ بازیاں نہیں کرتا ہے؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں تو انسان کو اپنی ذات میں عجز وفقر اور کمی کوتاہی کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا ہے، اس لیے وہ حد سے کیسے بڑھے گا اور شیخیاں کیسے بگھارے گا؟

پھر یہ کہ یہ راستہ ایک شارعِ عام اور بڑی گزرگاہ ہے؛ کیونکہ یہ راستہ کائنات معدوم

Marfat.com

کرنے یا اسے قید خانہ بنانے پر مجبور نہیں کرتا ہے؛ کیونکہ اہلِ **"وحدۃُ الوجود"** اس کائنات کو عدم اور نیست خیال کرتے ہیں اور حضور قلبی اور روحانی اطمینان کے حصول کے لیے کہتے ہیں: **"لاموجودَ إلا هو"** . اور اسی طرح اہلِ **"وحدۃُ الشهود"** نے کائنات کو نسیان یا فراموشی کے قید خانے میں قید کر رکھا ہے اور اطمینان قلب کے حصول کے لیے کہتے ہیں: **"لامشهودَ إلا هو"**.

جبکہ قرآن کریم پوری وضاحت کے ساتھ کائنات کو معدوم نہیں ہونے دیتا ہے۔ اور اس کی تمام زنجیریں کھول کر اسے قید خانے سے آزاد کرتا ہے۔ تو یہ راستہ جو قرآن کریم کے منہج پر ہے، کائنات کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ تمام کی تمام اپنے جلیلُ القدر خالق کے آگے مسخر ہے اور اس راہ میں سراپا خدمت ہے۔ اور پھر یہ کہ یہ تمام موجودات اسمائے حسنیٰ کی تجلیات کے مظاہر ہیں، گویا کہ یہ آئینے ہیں جو ان تجلیات کو آگے منعکس کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کائنات سے اس کے لفظی معنی کے لحاظ سے تو خدمت لے رہا ہے لیکن اسمی معنی کے لحاظ سے اُسے اس چیز سے علیحدہ رکھتا ہے کہ وہ بذات خود خادم یا مسخر بن سکے۔ اس مقام پر پہنچ کر انسان غفلت سے نجات پا جاتا ہے اور قرآن کریم کے روشن اور کشادہ راستے پر چلتا ہوا دائمی حضوری کے مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور یوں اسے اللہ تک پہنچنے کے لیے کائنات کی ہر شے سے راستہ مل جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ:

یہ راستہ موجودات کو ان کے اسمی معنی یعنی ان کی ذات کے لحاظ سے نہیں دیکھتا ہے، یعنی موجودات کو اس نظر سے نہیں دیکھتا کہ یہ سب خود آپ ہی سے اپنے لیے مسخر اور خودکار ہیں، بلکہ انہیں اس چیز سے الگ کر کے ان کے سپرد ایک اور قسم کی ذمہ داری کرتا ہے، اور وہ یہ کہ یہ تمام کی تمام اللہ کی مسخر اور اس کی زیر فرمان ہیں۔

Marfat.com

# بدیع الزمان سعید نورسیؒ

نام: استاد بدیع الزمان سعید میرزا نورسی

پیدائش: ۱۲۹۴ھ بمطابق ۱۸۷۷ء کو ترکی میں ''نورس'' نامی بستی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے علماء مشائخ سے حاصل کی، اللہ تعالیٰ نے انہیں عجوبہ روزگار حافظ سے نوازا تھا، چنانچہ آپ قرآن کریم اور فقہ، نحو، ادب اور لغت میں نوے (۹۰) کے قریب کتابیں تیس سال سے بھی کم عمر میں حفظ کر لیں! ان بے نظیر صلاحیتوں کی وجہ سے ہی انہیں ''بدیع الزمان'' کا لقب دیا گیا۔

☆ قرآن کریم کے خلاف یورپین پروپیگنڈہ کے سامنے سدِ راہ بن کر کھڑے ہو گئے، اور اپنی زندگی کی غرض وغایت صرف قرآن کریم کو بنا کر پوری زندگی اس راہ میں وقف کر دی۔

☆ ۱۳۲۵ھ بمطابق ۱۹۰۷ء میں سلطان عبدالحمید ثانی کو قرآن کریم کی خدمت کے لئے جامعہ ازہر کی طرز پر ''مدرسۃ الزہراء'' کے نام پر ایک دینی دارالعلوم بنانے کی ترغیب دی۔

☆ ۱۹۰۹ء میں انہیں بغاوت کے الزام میں مارشل لاء کی عدالت میں لایا گیا، جہاں ان کی آنکھوں کے سامنے پندرہ افراد پھانسی کے پھندوں سے لٹک رہے تھے، خورشید پاشا نے جب ان سے پوچھا کہ تم بھی شریعت کا نفاذ چاہتے ہو، تو انہوں نے جواب میں کہا: ''ہاں، میں یہی چاہتا ہوں، لیکن ان کی طرح نہیں۔ اور پھر ایک طویل تقریر کی جس میں ان کا یہ مشہور قول بھی تھا: ''اگر میری ہزار جانیں بھی ہوتیں تو میں انہیں اسلام کے لامتناہی حقائق میں سے ایک حقیقت پر بھی قربان کرنے میں پس وپیش نہ کرتا''۔

☆ اپنے طلبہ اور شاگردوں سے رضا کاروں کا ایک دستہ تیار کیا، ان کی قیادت کی اور پہلی جنگ عظیم میں روس کے خلاف مشرقی ترکی کے محاذ قفقاز پر مردانہ وار لڑتے ہوئے زخمی ہوئے اور روس کی قید میں چلے گئے۔ وہاں زارِ روس اور روسی فوج کے کمانڈر کی توہین کے سبب انہیں پھانسی کی سزا سنائی گئی، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے محفوظ رہے۔ اور ڈھائی سال کے بعد قیدِ روس سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

☆ قید سے نکلنے کے بعد وہ ۱۹۱۸ء میں استنبول پہنچے تو وہاں شیخ الاسلام اور ارکان حکومت نے ان کا والہانہ استقبال کیا۔

Marfat.com

☆ استنبول پر اتحادیوں کے عارضی تسلط کے دوران ان کی چالبازیوں سے باخبر کرنے کے لئے انہوں نے ۱۹۲۰ء میں عربی میں ایک کتاب ''خطوات ستہ'' لکھی۔

☆ ۱۹۲۱ء میں کمال اتاترک کے ہاتھوں سقوطِ خلافت کے بعد آپ نے سیاست سے کنارہ کشی کا فیصلہ کر لیا۔

☆ اور ہمہ تن قرآن وایمان کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

☆ ۱۹۲۷ء میں انہیں مغربی اناضول میں ''اسپارٹا'' کی ایک چھوٹی سے بستی ''بارلا'' میں جلاوطن کیا گیا جہاں انہوں نے قید تنہائی اور سخت نظر بندیوں کے آٹھ سال گزارے۔ اس اثناء میں وہ اپنا زیادہ تر وقت فکر وتدبر اور تعبد میں گزارتے تھے، اس جگہ سے آپ نے اپنے مشاہدات وواردات کو املا کروانا شروع کیا۔ آپ کی ان تحریروں کو ''رسائل نور'' کا نام دیا گیا۔ یہ رسائل بیس سال تک ہاتھوں سے لکھے جاتے رہے اور انہیں خفیہ طریقے سے نقل کر کے تقسیم کیا جاتا رہا، تا آنکہ پہلی مرتبہ ۱۹۵۶ء میں پریس کے ذریعے طباعت کا مرحلہ آیا۔

☆ ۱۹۳۵ء میں آپ کو ایک سو بیس طلبہ سمیت قید کر دیا گیا۔

☆ ۱۹۳۶ء قسطمونی شہر میں جلاوطن کر دیے گئے۔

☆ ۱۹۴۳ء دنیزلی میں دوسری بار قید ہوئی اور نو ماہ جیل میں رہے۔ اس دوران آپ کو کئی بار زہر بھی دیا گیا، لیکن بفضل خدا سلامت رہے۔

☆ ۱۹۴۷ء میں تیسری مرتبہ آپ کو گرفتار کیا گیا اور ''افیون'' شہر لے جا کر مقدمہ چلایا گیا اور جرم ثابت کئے بغیر بیس ماہ کی قید سنائی گئی۔ آپ کے ساتھ آپ کے بیس طالب علم بھی جیل میں رہے۔

☆ ۱۹۴۹ء کو آپ کو رہا کر دیا گیا لیکن دو سال تک انہیں ''امیر داغ'' میں جلاوطن کی قید گزارنی پڑی۔

☆ ۱۹۵۱ء آپ پر نقل وحرکت کی پابندی ختم کر دی گئی اور آپ اسکی شہر میں آ گئے۔

وفات: آپ نے ۲۵ رمضان ۱۳۷۹ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۱۹۶۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

Marfat.com